ناولز کلب
راہِ حیات
از قلم لبابہ مناھل
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

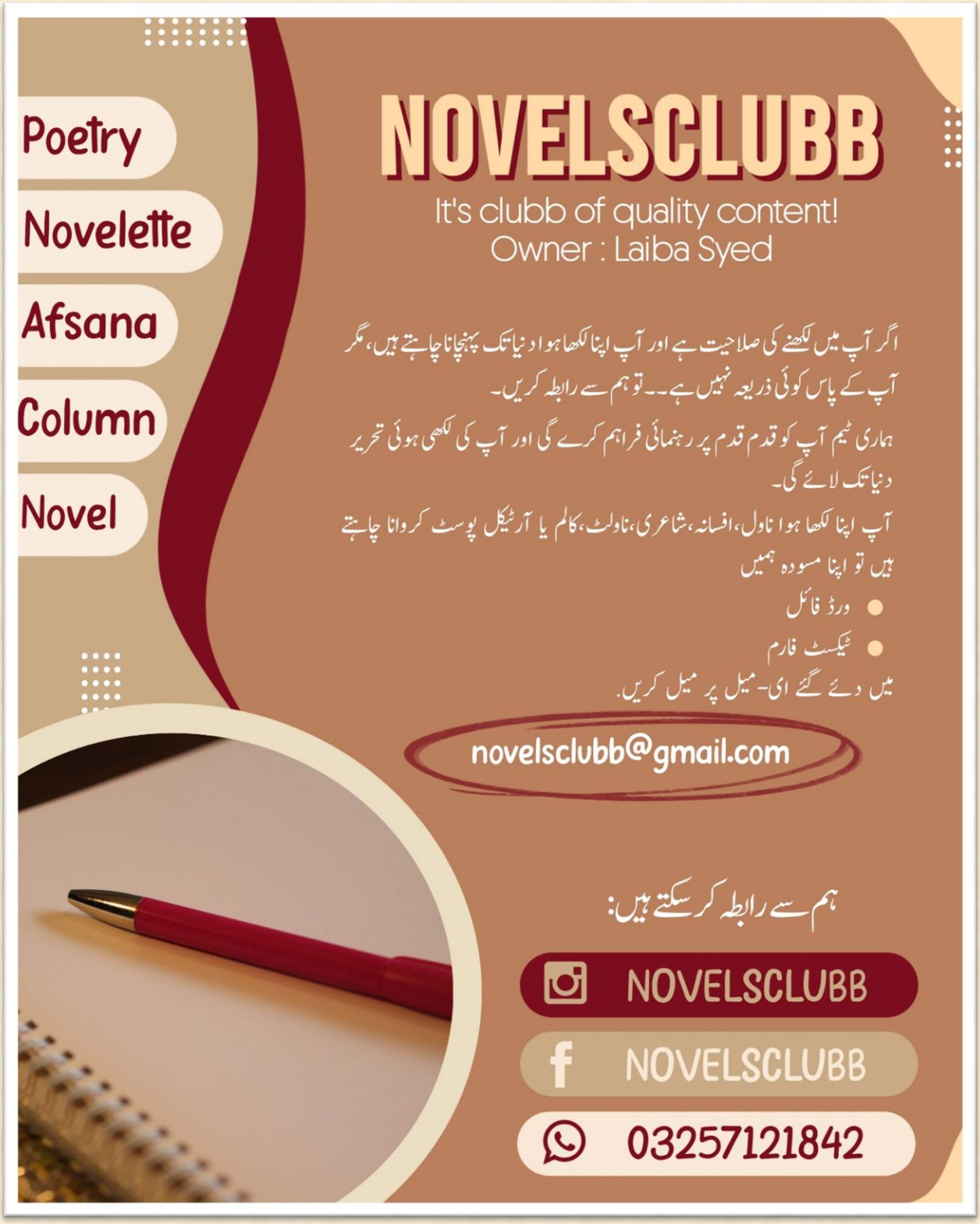
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

راہِ حیات

از قلم

لبابہ مناہل

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

میرے رب کے نام!

اس کے نام جس نے خواتین کو لڑنا سیکھایا ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

راہ حیات

بقلم لبابہ مناہل

باب بیست و پنجم

وہ میری حقیقت جان گیا تھا۔ وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ میں اسلام آباد سے اس مسئلے کا شکار تھی۔ دماغ پر ہتھوڑے برس رہے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی ٹی وی لائونج کہ ایک کونے پر میں بیٹھتی چلی گئی تھی۔ یہ بچپن کا معمول تھا، میں ناگوار حالات میں گھر کے کسی کونے میں چھپ کر بیٹھ جاتی تھی۔ وہ کونا مجھے سہارے کا احساس دیتا تھا۔ یہ سلسلہ مجھے چند آنسو بھی دے جاتا تھا۔ شام سے رات ہونے کو تھی میں اپنی جگہ سے نہیں اٹھی تھی۔ میں نے دروازے کے کھلنے کی آواز سنی تھی۔ اس کے قدموں کی آواز واضح ہوئی تھی۔ وہ مجھے بلا رہا تھا اور پھر میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔ زندگی کی فلم میری نظروں کے سامنے گھوم رہی تھی۔

"میں سولہ سال کی تھی۔ سب کو لگتا تھا ہماری فیملی پرفیکٹ ہے۔ ہمارا گھر ہر مسئلے سے آزاد ہے۔ زوہیب کیا ایسا ممکن ہے کہ کسی گھر میں مسئلے نہ ہوں؟ سب کو لگتا ہے کہ چھوٹوں کی

زندگی میں کوئی مشکل نہیں آتی مگر زندگی کے تلخ باب وہ بھی دیکھتے ہیں۔ماں باپ کی ڈھلتی عمر، بہن بھائیوں کی زندگی سے جنگ۔اس سب کو دیکھنے کے باوجود وہ گھر کا جوکر بننے کو ترجیح دیتے ہیں۔وہ گھر والوں کا جوکر بنتے بنتے خود کی پہچان میں بھی جوکر بن جاتے ہیں۔میں اپنی زندگی کی جوکر تھی۔خود کی مشکلوں کو مشکل نہیں سمجھ سکتی تھی کیونکہ گھر والوں کو وہ مشکل نہیں لگتی تھی۔زوہیب تمھیں کیا لگتا ہے میں نے کوشش نہیں کی ہو گی یہ بتانے کی کہ میں کس مشکل کا سامنا کر رہی ہوں؟ میں نے کوشش کی تھی مگر وہ بات ہنس کر ٹال دی گئی۔ مزاق میں اڑا دی گئی۔ماہم اور زبیر کا مسئلہ اہم تھا مگر ملائکہ کا مسئلہ؟ ارے وہ بچی ہے۔اس بچی نے مجھے مار دیا۔چھالہ بنا دیا زوہیب۔ہر آتا جاتا پھوڑ جاتا ہے۔کسی پسندیدہ کھیل کی طرح۔"

زوہیب ہلکا سا قریب ہوا تھا۔میرا سر اپنے کندھے پر رکھا تھا۔تحفظ کے احساس نے مجھے گھیر لیا تھا۔آنسو اس کی شرٹ پر گر رہے تھے۔

"میں نے گورمنٹ اسکول سے تعلیم کا آغاز کیا تھا۔یہ اسکول گھر سے کچھ زیادہ دور نہ تھا۔ میرا ایڈمیشن بھی ایوننگ شفٹ میں ہوا تھا۔ماہم اور میں الگ ہو چکے تھے۔مجھے اسکول لے

کر جانے اور واپس لانے کی ذمہ داری ماما کے حصے میں آئی۔ میں نے سخت رویے محسوس نہیں کیے تھے زوہیب لیکن مجھے ان دس سالوں میں سب سے زیادہ محسوس کروایا گیا تھا کہ سخت رویے ہوتے کیسے ہیں۔ نرمی میں چھپے طنز، دوستی میں چھپے دشمن، سختی میں چھپی محبت، سب کا احساس ان سالوں میں ہوا تھا۔ ہم اپنے چھوٹوں کی اتنی حفاظت کیوں کرتے ہیں کہ زندگی کی گرم ہوا بھی ان کے جسم کو جھلسا دیتی ہے اور سرد ہوا ان کو پتھرا دیتی ہے۔

میری پہلی پانچ جماعت میں ایک ہی دوست رہی۔ مجھے اس سے بہت محبت تھی زوہیب۔

لوگوں کی اصلیت واضح کیوں ہو جاتی ہے؟

میرا رزلٹ آنے والا تھا زوہیب۔ میں ٹاپر نہیں تھی لیکن میں بہت خوش تھی، بے انتہا خوش کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میرے نمبرز بہت اچھے آئیں گے اور اس خوشی کی جھلک میرے چہرے سے بھی عیاں تھی۔ رزلٹ آیا تو وہی ہوا میری کلاس میں پانچویں پوزیشن تھی۔ میں نے کلاس سے باہر قدم بڑھائے تھے۔ قدم خود بخود واحد دوست کی طرف بڑھے تھے۔ مجھے اپنے الفاظ اور خوشی دونوں یاد ہیں۔ 'میری پانچویں پوزیشن آئی ہے، یار۔'

'کیا...؟ تمھاری پانچویں پوزیشن کیسے ؟'مجھے اس کے انداز سے جھٹکا لگا تھا۔اس کا انداز بہت روکھا تھا۔میں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔اس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔

'تم ٹھیک ہو سمیعہ ؟ تمھارے کتنے نمبر ہیں؟ کیا ہوا ہے ؟'میں ایسی ہی تھی دوسروں کے غم میں اپنی خوشی بھول جانے والی اور اپنے غم کو دوسروں کی خوشی میں بھول جانے والی۔ایسے لوگ ہی لوگوں کے ہاتھوں رسوا ہوتے ہیں۔

'مجھے کیا ہونا ہے۔ تمھارے پیپر غلط چیک ہوئے ہیں۔ارے تم مجھ سے نالائق مجھ سے آگے کیسے نکل سکتی ہو۔میں ہمیشہ تم سے آگے رہی ہوں۔تم مجھ سے پیچھے تھی۔پیچھے رہنے والے آگے کیسے نکل سکتے ہیں۔۔۔'وہ تمسخر سے ہنسی تھی پھر اس نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

میں نے ایک نظر اس کو دیکھا تھا اور میرے کانوں نے سننے سے انکار کر دیا تھا اس کے لب ہل رہے تھے۔اس کی نفرت پھوٹ رہی تھی لیکن میں ساکت تھی۔میری آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا اور اس کے بعد ریلا تھا جو بغیر رکے بہتا چلا گیا تھا،نہ میں نے اسے روکا تھا،نہ وہ رکی تھی۔میں نے اپنی پہلی دوست کو خدا حافظ کچھ اس انداز میں کہا تھا کہ میرا پورا بچپن

میری آنکھوں کے سامنے گھوم گیا تھا۔میری پہلی جماعت کا پہلا دن اور میری پانچویں جماعت کا آخری دن۔

کاش یہ دونوں دن زندگی سے غائب ہو جاتے۔کاش زندگی کا یہ غم کم ہو جاتا۔وہ ٹھیک کہتی تھی میں کبھی آگے نہیں نکل سکتی زوہیب۔

ہمارے اندر زوہیب اتنی سی عمر میں نفرتیں کون انڈھیل دیتا ہے؟میری زندگی کا پہلا اٹیک اس دن آیا تھا اور پھر یہ سلسلہ نہیں رکا۔"

آنکھوں سے آنسو ابل ابل کر اس کی شرٹ بھگو رہے تھے۔ایک لمحہ بھی ایسا نہیں تھا کہ میں نے اپنے آنسو روکے ہوں۔

"چھٹیاں ہو گئیں۔وقت کی رفتار بڑھتی رہتی ہے۔کبھی تیز اور کبھی آہستہ۔یہ ہمیں لگتا ہے کہ جب ہمیں کسی چیز کا بے صبری سے انتظار ہوتا ہے تو وقت کی رفتار کم ہو جاتی اور جب ہم چاہتے ہیں کہ وقت بالکل کچھوے کی مانند ہو جائے تو وہ خرگوش بن جاتا ہے۔

"یکم اگست۔۔۔وہ دن،وہ گھڑی آن پہنچی تھی،جب مجھے چھٹی جماعت میں داخل ہونا تھا۔میں نے بہت تھکے ہوئے انداز میں تیاری کرنا شروع کی تھی۔یونیفارم سے لے کر شوز

تک۔میں نہیں بتا سکی تھی اپنے اندر کی جنگ زوہیب۔کھانے کے ٹیبل پر بیٹھتے وقت میں نے سر پلیٹ میں گھسا لیا تھا۔"

میں کینیڈا سے اسلام آباد کھانے کی ٹیبل پر پہنچ گئی تھی۔

"ارے واہ آج تو صبح صبح کانوں کو سکون ہے۔ماہم دن بڑا زبردست گزرے گا۔" مجھے خاموش دیکھ کر بھائی کی روح میں سکون کہاں تھا۔

(آنسوئوں کے درمیان میں بھی آواز میں ہلکی سی مسکراہٹ کی آمیزش محسوس ہوئی تھی)

"زبیر،ذرا دیکھنا باہر جھانک کر سورج درست سمت سے نکلا ہے نا بلکہ میری ساتھی کو ہاتھ لگاؤ کہیں بخار وخار نہ ہو۔" ماہم بھی بول پڑی تھی۔وہ خود کو میرا ساتھی کہتی تھی۔

"ماہم تم مجھے اپنا ساتھی کہتی ہو اور ساتھ زبیر بھائی کا دیتی ہو۔زبیر بھائی اب تو آپ بھول جائیں کہ اگلے پانچ دن میری آواز سنیں گے۔"

"تم اس پانچ کو تین دن کر لو کیونکہ بول تو تم مجھ سے شام کو رہی ہو گی۔"

وہ ٹھیک کہتے تھے زوہیب بہن بھائیوں کی لڑائیاں بچپن تک ایسی ہی ہوتی ہیں صبح لڑ کر شام کی چائے پر اکھٹے بیٹھے ہوتے ہیں کیونکہ انا حائل نہیں ہوتی۔ جن لڑائیوں میں انا شامل ہو جاتی ہے وہ پھر اس موڑ پر لے جاتی ہیں جہاں آپ شکل دیکھنے کے روادار نہیں ہوتے۔ ہماری لڑائی میں انا کب آگئی زوہیب۔ میں تو کبھی ناراض نہیں رہتی تھی۔ ہو بھی جاتی تھی تو وہ منا لیتے تھے۔ اب کوئی کیوں نہیں مناتا۔ مائیں گھر جوڑ کر رکھتی ہیں زوہیب۔ وہ نہ ہوں تو گھر بکھر جاتے ہیں۔ گھر والے بکھر جاتے ہیں۔"

(میں واپس ایک بار پھر اسلام آباد میں کھانے کی میز پر پہنچ گئی تھی۔)

"بابا کی آمد ٹیبل پر خاموشی کی وجہ ہوتی تھی۔ ان کی آمد ہی میرا دفاع ہوتی تھی زوہیب۔ وہ اب کیوں نہیں آتے۔ میری حفاظت تو ان کے ذمے آج بھی تھی نا۔"

چھٹی میں میری شفٹ چینج ہو گئی تھی۔ چھوڑنے کی ذمہ داری بخوشی بابا کی گاڑی نے لے لی تھی اور واپسی کی ذمہ داری بخوشی میرے قدموں نے۔ میں اور ماہم واپسی پر ساتھ آتے تھے۔ راستے میں 'میں اس کے کان کھاتی تھی اور وہ مجھے مسلسل گھورتی رہتی تھی۔ تم ٹھیک

کہتے ہو میں بولتی تھی۔ بہت بولتی تھی مگر اب میرے اندر بولنے کی خواہش مر گئی ہے۔ کاش ہم کبھی بڑے نہ ہوتے۔ کبھی ماں نہ مرتیں۔"

میں نے خاموشی سے سر اس کے کندھے سے واپس ٹکا دیا تھا۔

یہ وہ واحد شخص تھا جو میرے لیے کان بھی تھا، آنکھ بھی تھا، ہاتھ بھی تھا، کندھا بھی تھا۔

میرے وجود کا بوجھ وہ اپنے کندھے پر لادے پھر رہا تھا۔

"مجھے معاف کر دینا زوہیب۔ زندگی کے اس دور میں تم سے بہت کچھ لے رہی ہوں مگر دے کچھ بھی نہیں رہی۔"

اس نے اپنا صوفے پر دراز بازو میرے گرد حائل کیا تھا۔

"تمھاری ہر خطا معاف ہے مجھ پر ملائک۔"

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

یہ استاد کا رنگوں سے بولتا کمرہ تھا۔ کمرے کے بیچ و بیچ وہ بیٹھے مجھے عربی حروف لکھنا سیکھا رہے تھے۔ الف کی لمبائی کتنی ہوتی ہے۔ ایک خط کٹ مار کر سے بنائے گئے چکور ڈبے جتنا ہوتا

ہے۔اس جیسے پانچ ڈبوں کی لمبائی جتنا ایک الف۔کتنے خط کے بعد قلم موڑنا ہے۔وہ لکھ رہے تھے تو ہر چیز آسان لگتی تھی۔میں لکھنے لگتی تھی تو الف کی سیدھی لکیر بھی ٹیڑھی لگتی تھی۔

"آپ کو لگتا ہے میں سیکھ لوں گی؟"

"تم تو ابھی سے مایوس ہونے لگی ہو۔"

"مایوس کہاں ہو رہی ہوں۔۔۔مشکوک ہو رہی ہوں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے آدھے میں سیکھا کر آپ غائب ہو جائیں۔"

"رب کا کلام سیکھ رہی ہو۔میں نے آدھا بھی سیکھایا تو کہیں نا کہیں سے وہ تم تک پورا علم پہنچا دے گا۔تم لگن سچی رکھو۔"

"آپ بہت زیادہ گہرا بولتے ہیں۔"

وہ صرف مسکرائے تھے۔مسکراہٹ کے ساتھ وہ کینوس پر قلم چلا رہے تھے۔

(یہ اچھا ہے مجھے یہ کاپی اور قلم پکڑا کر حروف لکھواتے ہیں خود آیات لکھتے ہیں۔)

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"استاد میری بات سنیں۔ ہم ایسے کرتے ہیں کہ ساتھ ساتھ حروف سیکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ مکمل آیات بھی لکھنا سیکھ لیتے ہیں۔"

"بنیاد کے بغیر تم آیات نہیں لکھ سکو گی۔ حروف آ گئے تو باقی کام خود ہو جائے گا۔"

"میرے ساتھ آپ کچھ اچھا نہیں کر رہے۔"

"ابھی تمھیں چند دن ہوئے ہیں اور شکایات اکھٹی ہونے لگی ہیں۔ دو ماہ بعد تم نے مجھے خیر آباد کہنے بھی نہیں آنا۔"

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ خطاط ایسے بنتے ہیں۔ مجھے لگا تھا آپ مجھ سے آیات لکھوائیں گے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ مجھے حروف پکڑا دیے۔"

"تم جب حروف سے محبت سیکھ جاؤ گی ملائکہ بچے تو ان سے عزیز کچھ نہ ہو گا۔"

بحث کا فائدہ نہیں تھا اسی لیے میں خاموشی سے حروف لکھنے لگی تھی۔ چلو کچھ تو سیکھ ہی جاؤں گی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

باب بیست و ششم

وہ مجھ سے اپنے ماضی کے متعلق جھوٹ بول رہی تھی۔ کچھ تھا جو وہ اپنے اندر چھپا رہی تھی۔ اس نے کہا وہ سولہ سال کی عمر میں پہلے اٹیک کا شکار ہوئی مگر اگلے ہی لمحے اس نے کہا کہ وہ پانچویں جماعت میں تھی۔ پانچویں جماعت کا بچہ یا تو پانچویں میں ہو سکتا ہے یا سولہ سال کا ہو سکتا ہے۔ کچھ لمحے اگر میں اس بات پر یقین کر بھی لوں کہ وہ سولہ سال کی عمر میں پانچویں میں تھی تو وہ انیس سال کی عمر میں یونیورسٹی نہیں ہو سکتی تھی۔ ماضی کے تکلیف دہ باب کو چھپانا زخم پر مرہم نہیں رکھتا۔ وہ زخم کو خراب کرنے کی وجہ بن جاتا ہے۔ وہ زخم چھپا رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

یہ منظر سفید کمرے کا تھا۔ جس میں تین نفوس موجود تھے۔ ایک میں یعنی زوہیب احمد، دوسری ملائک جو ڈاکٹر کے سامنے کرسی پر بیٹھی تھی اور تیسرے ڈاکٹر ارحم راشد۔

وہ ماضی کے چند واقعات واپس دہرا رہی تھی جو کل اس نے کہے تھے۔ چند شکوے بھی دہرا رہی تھی جو گھر والوں کے متعلق تھے پھر اس نے سوال کیا تھا۔

"زندگی مہربان کیوں نہیں ہو جاتی؟"

"آپ خود پر مہربان کیوں نہیں ہو جاتیں ملائکہ؟"

ملائکہ یک ٹک ڈاکٹر ارحم کو دیکھ رہی تھی جیسے وہ حیران ہو۔کسی صدمے کے زیر اثر۔

"میں۔۔۔سب۔۔ہی بتا رہی آپ کو۔"اس بار آواز بہت پھنسی پھنسی نکلی تھی یعنی وہ سب نہیں بتا رہی تھی۔اس کی بائیں ٹانگ ہلنے لگی تھی۔ایگزائٹی۔

"ملائکہ، میں نے کب کہا کہ آپ کچھ چھپا رہی ہیں؟"

کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔وہ کچھ لمحے حیرت سے ارحم کو دیکھتی رہی تھی۔

"آپ میڈیسنز لیتی ہیں روز؟"

اس کے چہرے پر سایہ چھایا تھا۔

اس کا جواب بھی نہیں تھا۔

"آپ ٹھیک ہونا چاہتی ہیں؟"

اس نے سر بہت آہستگی سے ہاں میں ہلایا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"گڈ!"

"ڈاکٹر زوہیب پیشنٹ پر ائویسی چاہتی ہیں۔" میں خاموشی سے صوفے سے اٹھا تھا اور باہر نکل آیا تھا۔ مجھے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ اگلے چند منٹوں میں 'میں کمرے سے باہر ہوں۔

آہ ڈاکٹر زوہیب آہ۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

"زہے نصیب، ڈاکٹر زوہیب گھر والے حلیے میں ہمارے سامنے۔" مجھے اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر عیسی کا پہلا لقمہ یہی ہو سکتا تھا۔ عیسی کے انداز میں اظہارِ تعجب تھا۔

"کینیڈا کے اس ہاسپٹل میں آپ شرٹ ٹراؤزر پہن کر آئے ہیں جہاں آپ کی خوش لباسی مشہور ہے کہیں آپ نے حقیقتاً مجھے منگیتر تو نہیں مان لیا؟"

"میری بیوی ساتھ آئی ہے۔ نہ ہونے والی منگیتر کو دیکھ کر نجانے وہ تمھارا کیا حال کرے گی"۔

"تو ڈاکٹر ارحم نے آپ کو کمرے سے واک آؤٹ کروا دیا ہے؟"

نجانے عیسی کے تکے نشانے پر کیسے لگ جاتے تھے۔

"کہہ سکتے ہیں۔"

"ویسے آپ نہ بھی کہیں تو ہوا یہی ہے۔ جیسے کو تیسا ہوا ہے۔ ہر بار مجھے نکالتے تھے آج تمھیں نکالا گیا ہے کیا تاثرات ہیں؟"

"مطمئن ڈھیٹ ہونے کا احساس سرایت کر چکا ہے، تمھارا دوست ہوں۔"

ابھی میں کچھ کہتا کہ عیسی کا انٹر کام بجا تھا۔

"زوہیب صاحب آپ کو شاید اب یہاں سے بھی رخصت ہونا پڑے کیونکہ ہمارے مریض بھی ہمارے منتظر ہیں۔"

انٹر کام اٹھایا گیا تھا۔ کمرے کی خاموشی میں آواز بہت مدھم تھی مگر بہر حال سنائی دیتی تھی۔

"سر، آج کے پیشنٹس مکمل ہو چکے ہیں۔"

کمرے کی خاموشی میں قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"ہمارے مریض ہمارے منتظر ہیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کتنے مریض ہیں عیسی صاحب؟ دس؟ چودہ؟ سولہ؟"

"ذرا اچھے نہیں لگ رہے زوہیب۔"

"اپنا منگیتر آپ کو اچھا نہیں لگ رہا؟" معصومیت سے آنکھیں مٹکائی گئی تھیں۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ اٹھو کیفے چلتے ہیں، میں مزید اس کمرے میں بیٹھ کر ذلیل نہیں ہو سکتا۔"

"تو آپ نیچے چل کر ذلیل ہونا چاہتے ہیں۔"

مدھم ہوتی مسکراہٹوں کے ساتھ ہم دونوں اٹھے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

سیڑھیاں اترتے میرا فون بجا تھا۔

'ملائک کالینگ'

"منگیتر سے پہلے بیوی ہوتی ہے۔" عیسی کو دیکھتے میں بولا تھا اور کال اٹھائی تھی۔

فون کی دوسری جانب دریافت کیا گیا تھا کہ میں کدھر ہوں۔

"تم وہیں رکو۔میں آرہا ہوں۔"

عیسی کی آنکھوں میں شرارتی انداز کی مدھم سی جھلک تھی،اس کی آواز شرارت سے بھرپور تھی۔

"ہم بھی دیکھیں گے آزاد تجھے۔"

"بکواس ہی کرنا،جب بھی کرنا۔"

اس نے فخر سے سر کو خم دیتے بے عزتی قبول کی تھی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آنکھیں اندر کی عکاسی ہوتی ہیں۔بھیگی آنکھیں اس کے اندر کا پتہ دے رہیں تھیں۔

"ملائک"

"یہ عیسی ہے۔آئی اسپیشلسٹ۔اسی ہاسپٹل میں کام کرتا ہے۔میں اور یہ میڈیکل کالج سے ساتھ ہیں۔۔۔۔اور یہ ملائکہ ہیں،میری وائف۔"

رسمی حال احوال پوچھا گیا تھا اور اس کے بعد میں الوداع کے لیے عیسی سے بغل گیر ہوا تھا۔

"آپ نے مجھے اتنا بڑا دھوکا دیا ہے زوہیب کہ میرا دل کرچی کرچی ہو گیا ہے۔"

آہ عیسی آہ۔ عیسی ہو اور فضول گوئی نہ ہو؟

"میری بیوی پینٹر ہے۔ کرچیاں میرے گھر بھیج دینا وہ کچھ نہ کچھ کر کے قابل استعمال بنا لے گی۔"

عیسی نے ملائکہ کا خیال رکھتے ہوئے میرے پاؤں کو اپنے جوتے کے نیچے مسلا تھا۔

"اب اپنے پاوں کی ہڈیاں پینٹر بیوی سے ٹھیک کروا لیجیے گا۔"

"ذلیل"

صرف ہونٹوں سے اس کی ادائیگی کی گئی تھی اور پھر ہم اپنے راستے چل پڑے تھے۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

زندگی اپنی ڈگر پر چلنے لگی تھی۔ ملائک پہلے سے بہتر ہو گئی تھی۔ خاموشی کا طویل سلسلہ ٹوٹ چکا تھا۔ اکثر شام کے وقت ہماری آپس میں ہلکی پھلکی گفتگو ہو جایا کرتی۔ گاڑی کا سفر خاموش نہیں رہا تھا۔ یہ کہنا درست ہو گا کہ وہ سرد دیوار جو ناقابل فراموش واقعات کی بدولت کھڑی

ہوئی تھی گرنے لگی تھی۔دل نرم نہیں مگر مانوس ہونے لگے تھے۔ایک دوسرے کے ساتھ سفر کچھ اتنا کٹھن بھی نہ رہا تھا۔اکثر خالہ کا ذکر ملائک کی زبان پر آجاتا یا یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ خالہ ہمارے درمیان ہر وقت ہی موجود ہوتیں۔آج بھی ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھاتے ملائک کہنے لگی تھی۔

"زوہیب تمھیں پتہ ہے سمر بریک میں میرا واحد مشغلہ پینٹنگ تھا۔میں اکثر اسلام آباد کی سڑکوں پر بھائی کو گھمایا کرتی تھی کہ اس جگہ کو پینٹ کرنا ہے ایک دفعہ جائزہ لے لوں کیا کیا ہے۔مجھے پرفیکشن چاہیے ہوتی تھی۔میری تصویر ہر زاویے سے بلکل ایسی ہو جس کو دیکھ کر گمان ہو حقیقت ہے۔مارگلہ کے پہاڑ ہوں یا سپر مارکیٹ کے سٹالز سب پینٹ کر کے گھر کے سٹور میں جمع ہوتا رہتا تھا۔میرے آرٹ پر گرد کی تہہ جم جاتی اور میں بیگانی رہتی۔"

"تم کینیڈا کیوں نہیں پینٹ کرتی؟"

"ڈاکٹر ارحم نے بھی یہی سوال کیا تھا۔"کھانے کا نوالہ منہ میں ڈالتے اس نے کچھ تعجب سے مجھے دیکھ کر کہا تھا۔

"تمھاری اور ڈاکٹر ارحم کی باتیں کبھی کبھی بہت ملتی ہیں۔"

"کیونکہ وہ میرا اسٹوڈنٹ ہے۔" کھانے کی ٹیبل پر یکدم خاموشی چھا گئی تھی۔ ملائک کی آنکھیں حد درجے پھیلی تھیں اور پھر اس کا ہاتھ اس کے منہ پر گیا تھا جیسے چیخ کو دبایا گیا ہو۔ آواز تعجب کی زد میں آتے خود ہی بلند ہو گئی تھی۔

"تم اور ڈاکٹر ارحم۔" وقفہ لیا گیا تھا۔ "تم دونوں۔۔۔اوو مائے گاڈ۔" اس کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو رہے تھے۔

"اس کا مطلب تم سائیکاٹریسٹ ہو۔"

"اوو میرے اللہ، اتنا بڑا دھوکا۔"

"کون سا دھوکہ؟"

"میں اس سارے عرصے سمجھتی رہی کہ تم ایک بہت سمجھنے والے انسان ہو مگر تمھارا تو پیشہ ہی یہ ہے۔ تمھیں اس کے علاوہ اور کیا آتا ہو گا۔"

میں نے صرف آنکھوں سے کھانے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہاں، ہاں ٹھیک ہے تھوڑا بہت کھانا بھی بنا لیتے ہو مگر تم سا یکاٹریسٹ۔ زوہیب میری ساری توقعات اور گمان پر تم نے ٹھنڈا پانی پھینکا ہے۔ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے۔"

"مجھے لگا تمھیں پتہ ہو گا۔ عیسی سے تعارف کرواتے ہوئے بھی میں نے بتایا تھا کہ میں اور وہ میڈیکل کالج میں ساتھ تھے۔ ارحم نے تو مجھے تمھارے سامنے ڈاکٹر زوہیب بولا تھا، مجھے یہ بھی گمان تھا کہ تمھیں معلوم ہو گا کہ تمھارا کزن اور شوہر کس پیشے سے منسوب ہے۔"

چہرے کے نقوش کچھ بگڑے تھے۔ ماتھے پر ہلکی سے تیوری چڑھی تھی۔

"مجھے اپنے کسی کزن میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔"

"اور مجھ میں خصوصاً نہیں تھی کیونکہ لوگ ہمارا نام سن کر ہی جل بھن جاتے تھے۔"

اب کے چہرے کا رنگ کچھ سرخ ہوا تھا۔ احساس شرمندگی نے گھیر لیا تھا۔

"ماں تمھیں یہ بھی بتاتی تھیں؟"

"یہ بھی بتاتی تھیں کہ ملائک کے گھر سے باہر ہونے پر تم سے بات کروں گی۔"

"ایسا کچھ نہیں تھا۔"

"پھر کیسا تھا؟" خشمگیں نظروں کے حصار میں جب وہ آئی تھی تو گالوں پر سرخی بڑھ گئی تھی۔

"مجھے آپ سے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا پہلے۔"

"اور اب؟"

بوکھلاہٹ اس کے چہرے کے زاویوں سے ہی واضح ہو رہی تھی۔

"مسائل سننے کے لیے بندہ حاضر ہے۔ بار بار چہرے کے زاویے اور رنگ نہ بگاڑیں۔"

یہ کہتے میں نے اس کا گال تھپکا تھا اور پھر کرسی کھینچ کر میں، اپنے کمرے کے دروازے کے پیچھے گم ہو گیا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

باب بیست و ہفتم

یہ استاد کا کمرا تھا، میں آیات لکھنا شروع کر چکی تھی۔ میں سورہ الضحیٰ کی آیت لکھ رہی تھی اور کہیں ذہن کے پردے پر لہرایا تھا کہ یہ سورہ ڈپریشن کا علاج ہے۔

Clubb of Quality Content

"استاد"

انھوں نے ہنکارا بھرا تھا۔ یہ بات جاری رکھنے کا اعلان تھا۔ میں نے قلم رکھ دیا تھا۔ انگلیاں آپس میں ملاتے میں نے ان کو ایک دوسرے میں الجھانا شروع کیا تھا۔ بات کا آغاز کیسے کروں، اگر وہ میری بات نہ سمجھ سکے۔ چہرے پر تشویش واضح تھی۔

"ملائکہ، جو کہنا چاہتی ہو کہہ دو۔"

"کیا مومن ڈپریس ہو سکتا ہے؟"

میں انگلیوں کو آپس میں ملا کر کبھی دائیں طرف موڑتی تھی، کبھی بائیں طرف۔

Clubb of Quality Content

"ہاں ہو سکتا ہے۔"

کچھ دیر مکمل خاموشی چھائی رہی تھی۔

"آپ یہ کیسے کہہ سکتے؟ سکالرز تو یہ نہیں مانتے۔ مسلمان بھی نہیں مانتے۔"

"ہاں، پاکستانیوں کی اکثریت یہ نہیں مانتی۔ مسلمانوں میں شدت پسند لوگ بھی یہ نہیں مانتے، مگر مومن ڈپریشن کا شکار ہو سکتا ہے، ناامید نہیں ہو سکتا۔"

"ان دونوں میں فرق کیا ہے؟"

"وہی فرق ہے جو حضرت یعقوب کے اور ہمارے غموں میں ہوتا ہے۔"

ناسمجھی نے میرے چہرے پر نقش بنائے تھے۔

"حضرت یعقوب یوسف کو کھو دینے کے باوجود رب کے سامنے غم رکھتے تھے۔ ہم یوسف کے کھو دینے پر رب کے سامنے غم نہیں رکھتے۔ یہ ناامیدی کی وہ قسم ہے جس میں ہم یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ رب ہمیں نہیں سنتا۔"

خاموشی نے میرے ارد گرد گھیرا تنگ کیا تھا۔ میں نے یہی کیا تھا۔ ماں کی موت کے بعد میں نے غم کہنا نہیں چھوڑا تھا، مگر میں نے اپنا غم رب سے کہنا چھوڑ دیا تھا۔

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ہم ایسے ہی غم نہ کہہ رہے ہوں۔"

خود کو محفوظ رکھنے کی ان دیکھی کوشش کی تھی۔ ان دیکھا عذر۔

"ہاں یہ ممکن ہے مگر اس صورت میں جب ہمارا اللہ سے گفتگو کرنے والا تعلق نہ بنا ہو۔"

میں نے یاد کرنے کی کوشش کی تھی کب میں رب کے سامنے حال دل بیان کرتی تھی۔

کالج کے اختتام پر میں نے یہ کیا تھا اور پھر نکاح سے ایک رات قبل۔

"اگر بن کر ٹوٹ گیا ہو؟"

"تو نظر ثانی کرنی چاہیے۔"

"کس چیز پر نظر ثانی کرنی چاہیے؟"

"دل پر۔"

"دل پر کیوں؟"

"کیونکہ دل سے خرابی کا آغاز ہوتا ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ قلم کھینچنے لگے تھے۔خاموشی میں کینوس پر قلم کے چلنے کی آواز بہت واضح تھی۔انھوں نے مدھم آواز میں آیت پڑھی تھی۔

قَالَ اِنَّمَآ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَ حُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ وَ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝

(یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ان باتوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے۔)

"حضرت یعقوب نے اپنے غم کا الزام کسی کو نہیں دیا تھا۔ وہ غم کا تذکرہ رب کے سامنے کرنے لگے تھے۔"

"استاد، کیا اس آیت کا ایک اور رخ نہیں ہے؟"

انھوں نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"اللہ کی حکمت کا علم؟" میں نے جملہ ادھورا چھوڑا تھا۔

انھوں نے پہلا عمل پھر دھرایا تھا۔

"حضرت یعقوب نے فرمایا تھا کہ ان کو اللہ کی طرف سے ایسی باتوں کا علم ہے جن کا علم دوسروں کو نہیں ہے۔"

"جب تعارف باللہ ہماری سوچ پر چھانے لگتا ہے تو ہمیں ایسی باتوں کا علم ہوتا ہے جس سے دوسرے لاعلم ہوتے ہیں۔ علم والے میں اور لاعلم رہنے والے کے درمیان موجود فرق ہمیشہ واضح ہوتا ہے۔ رب کا تعارف ہمیں اس کی حکمت کا علم دیتا ہے۔"

"اور اگر ہم سے رب کا تعارف کھو جائے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو کائنات میں اس کے ناموں کی کھوج کرنی چاہیے۔"

"یہ کیسے ہوتا ہے؟"

ان کے چہرے پر مدھم مسکراہٹ آئی تھی۔

"سب میں بتادوں گا تو تعارف کی لذت سے محروم ہو جاؤ گی۔"

"آپ پیچیدہ باتیں کرتے ہیں۔"

اور اس جملے پر دو ماہ میں پہلی دفعہ میں نے استاد کو قہقہہ لگاتے دیکھا تھا۔ان کے چہرے پر سکون ہوتا تھا،ان کو دیکھتے ہی ٹھنڈک ملتی تھی،قہقہہ لگاتے وقت ان کے چہرے پر ایسے لگتا تھا بہار سمٹ آئی ہو۔ان کے بال گنگریالے تھے۔چہرے پر بڑھاپے کی بدولت چند شکنیں آگئیں تھیں۔ان کی آنکھوں کا رنگ آسمانی تھا۔مسکراتے وقت ان کے گال میں گڑھا بنتا تھا مگر اس کے باوجود ان کو دیکھتے وقت یہ فیصلہ مشکل ہوتا تھا کہ وہ پُر سکون زیادہ ہیں یا خوبصورت۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

زندگی اپنی رفتار سے چلنے لگی تھی۔ڈاکٹر ارحم کے سامنے وہ سب بولنا جو میں نے کسی دور میں بہت شدت سے محسوس کیا تھا آسان نہ تھا مگر بہر حال میں اس مشکل کو سر کر چکی تھی۔

کہیں کچھ اندر تبدیلی ہونے لگی تھی یا شاید کہہ دینے نے سہہ لینے کا بوجھ ختم کر دیا تھا۔کہنے سے مسائل حل نہ بھی ہوں تو سہل ضرور ہو جاتے ہیں۔میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ماں کہیں اندر دل کے کسی تہہ خانے میں آج بھی موجود تھیں مگر ماں کا ذکر تکلیف نہیں دیتا تھا۔خطاطی کا قلم اٹھتے یا تصویروں میں رنگ بھرتے تکلیف کا گہرا اثر دل تک نہیں پہنچتا تھا۔سو یہ زندگی تھی جس میں ہمیں بہت سے اپنوں سے جدا ہونا پڑتا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے جو زندہ ہوتے ہیں مگر رابطے ختم کر دیتے،ان کی غیر موجودگی بھی بڑی تکلیف دیتی ہے۔استاد کہتے ہیں کہ ماں باپ کا دل اولاد کے لیے فراغ ہوتا ہے اور یہ انھوں نے تب کہا تھا جب وہ وبالوالدین احساناً کی آیت اپنے ہاتھوں سے لکھ رہے تھے۔دل اتنے فراغ ہوتے تو رابطے کیوں منقطع ہو جاتے؟

مجھے کبھی حیرت کچھ ایسے گھیرتی ہے کہ دل اور جان دونوں سوچنے سمجھنے سے مفلوج ہو جاتے۔نجانے بابا نے رابطہ کیوں نہیں کیا۔نجانے میں خود یہ قدم کیوں نہیں اٹھا لیتی۔

مجھے کینیڈا آئے چار ماہ مکمل ہونے کو ہیں۔استاد کو کینیڈا سے جانے میں چند دن ہیں۔ایک جدائی اور میرے حصے میں آ رہی مگر اس بار میں اس کے لیے تیار ہوں۔

ڈائری بند کر کے میں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی تھی۔استاد کے ساتھ گزارے دو ماہ نے میرے کمرے کو بدل دیا تھا۔اب کوئی اس میں داخل ہوتا تو وہ ضرور یہ کہہ سکتا تھا کہ اس کمرے کا مکین پینٹر ہے یا شاید خطاط ہے۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

شام کے ساڑھے چار بجے میں استاد کے دروازے پر تھی۔ہم اب حروف نہیں لکھتے تھے بلکہ آیات لکھتے تھے۔حروف کے لکھنے کی لذت اب محسوس ہوتی تھی۔

"سلام استاد"

"وعلیکم السلام" وہ ہمیشہ کی طرح اپنے کینویس کی دنیا میں گم ملتے تھے۔کبھی کبھی مجھے گمان ہوتا تھا کہ شاید وہ پورا دن اس کے علاوہ کچھ کرتے ہی نہیں ہیں۔

"کیا پورا دن یہی کرتے رہتے ہیں؟"

انھوں نے تعجب سے سر اٹھایا تھا۔چند لمحے وہ بڑی حیرت سے مجھے دیکھتے رہے۔

"جتنا کر سکتا ہوں اتنا کرتا ہوں۔"استاد ان لوگوں میں سے تھے جو آسان سوال کا بھی بڑا اوکھا جواب دیتے تھے اب بھی انھوں نے یہی کیا تھا۔

"تھکتے نہیں ہیں؟"

"ایک خطاط دوسرے خطاط سے یہ سوال پوچھے تو بڑی بے ادبی ہے یہ۔اللہ کا نام لکھتے کیسی تھکن۔وہ تو روح کو معطر کر دیتا ہے۔تھکن کوسر کا دیتا ہے۔"

"آج ہم کیا لکھیں گے؟"

"و خلقنکم ازواجا۔"

"اور پیدا کیا ہم نے تمھیں جوڑوں میں۔"

"بلکل ٹھیک ترجمہ کیا ہے تم نے آج۔"

"کیا آپ اس آیت کے بارے میں کچھ نہیں کہیں گے؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

استاد آیت بتاتے تھے، اکثر میں ان سے ترجمہ پوچھ لیتی اور اکثر مجھے اس کا مطلب پتہ بھی ہوتا مگر ایسا کم ہی ہوتا کہ میں بالکل ٹھیک ترجمہ کروں۔اس آیت کو لکھنے سے پہلے وہ چند الفاظ کہہ ڈالتے، ان کے الفاظ اتنا تو ضرور کر دیتے کہ مجھے اس آیت کو لکھنے سے پہلے ہی اس کی محبت گھیر لیتی۔

"سوچ رہا ہوں آج رہنے ہی دوں۔" ان کے لبوں پر مہربان مسکراہٹ کا بسیرا تھا۔

حیرت تو بہر حال مجھے ہوئی تھی ان دو ماہ میں ایک چیز جو استاد نے مسلسل کی تھی وہ یہی ایک کام تھا۔کلاس کا انداز مختلف ضرور ہوتا مگر اتنا مختلف تو ہر گز نہ ہوتا کہ وہ کچھ کہے بغیر لکھوا دیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپ ایسا کیوں سوچ رہے ہیں۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے جاتے جاتے تم سوچنے لگو کہ تمھاری بھی شادی کر دی جائے۔"

ان کا جملہ پہلے تو مجھے حیرت میں مبتلا کر گیا مگر اس کے بعد نجانے کیوں مجھے ہنسی آئی اور میں نے بے لگام قہقہہ بھی لگایا۔

"میں میرڈ ہوں استاد۔"

ان کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔انہوں نے اپنی آنکھیں پھیلائیں تھیں۔وہ اچھے تھے اپنے تاثرات چھپانے میں۔کیا ہوتا اگر وہ مجھے کہہ دیتے کہ ملائکہ آپ تو میرڈ لگتی ہی نہیں ہیں۔

"ملائکہ، یہ آیت اس بات کی تصدیق ہے کہ انسان تنہا نہیں رہ سکتا اس کو زندگی میں جوڑے کی ضرورت ہے۔ایسا جوڑا جس سے وہ مانوس ہو۔جو اس کے حالات و واقعات کو سمجھے۔ ہماری بنیاد ہی ایسی رکھی گئی ہے جس میں ہمیں ساتھ چاہیے ہوتا ہے۔وہ ساتھ صرف زوج کے ہونے سے نہیں مکمل ہوتا بلکہ دوستیاں بھی ساتھی ہوتی ہیں۔"

"یعنی ہمیں زندگی میں لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"اپنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔جن کا ساتھ "مکتوب" ہوتا ہے، وہ جن کے ساتھ آپ کو زندگی آسان لگتی ہے۔"

میں نے سمجھ کر سر ہلایا تھا۔

"آپ کو پہلے سے پتہ تھا میں میرڈ ہوں۔"

ان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔آنکھیں انہوں نے چھوٹی کی تھیں۔

"یعنی آپ کو پہلے سے پتہ تھا۔"

"تم آنکھیں پڑھنے لگی ہو۔"

"آپ کو جب حیرت ہو نہیں رہی ہوتی تو زبردستی مت اپنی آنکھیں پھیلایا کریں۔"

وہ کینوس بدل کر اب دوسرا کینوس لگا رہے تھے۔ قلم ان کے ہاتھ میں تھا۔

"آپ مجھے نہیں بتائیں گے آپ کو کیسے آگاہی ہوئی میرے میرڈ ہونے کی۔"

انھوں نے سر نفی میں ہلایا تھا یعنی اب وہ کسی صورت نہیں بولیں گے۔ وہ اب خط کی تعداد اور لکھنے کا انداز بتانے لگے تھے۔ کچھ وقت بعد میرا ہاتھ کینوس پر بہت مہارت سے چل رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے کھلتے پھول اس آیت کے گرد تھے۔

"جوڑے پھول ہی تو ہوتے ہیں اگر وہ جوڑے ہوں۔"

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

آج استاد کے ساتھ آخری دن تھا۔ دل کہیں اندر اداس بھی تھا۔

"اج ہم باتیں کریں گے نا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ کس نے کہا تم سے؟"

استاد کو پڑھانے کا بہت شوق تھا۔ میں تو طلبہ ہی ہوں آخر طالب علم کو علم کی طلب جنون کی حد تک کب ہوتی ہے۔ کچھ خفگی سے میں نے منہ پھلایا تھا، اس کے علاوہ کون سا میں کچھ کر سکتی تھی۔

"ما اصحاب المیمنہ"

کیا ہیں دائیں ہاتھ والے۔

یہ وہ سوال ہے جس کا جواب میں تم پر چھوڑ رہا ہوں۔ اس کا جواب تم خود تلاش کرو گی۔"

میں نے صرف سر ہلایا تھا۔

کیونس پر ہاتھ چلاتے واحد سوال جو میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا وہ ان کی واپس آمد کا تھا۔

"کیا آپ واپس آئیں گے کینیڈا؟"

"ان شاءاللہ!"

"کینیڈا آئے تو مجھ سے مل کر جایئے گا۔"

"میں آپ سے ملنے اٹلی آجایا کروں؟"

میر اانداز ایسے ہی تھا جیسے اٹلی میرے پڑوس میں ہو۔

"ہاں اٹلی تو تمھارے گھر کے ساتھ ہی ہے۔"

"آپ تو ایمو شنل بھی نہیں ہونے دیتے، خیر آپ کے لیے زوہیب صاحب نے پیغام دیا تھا کہ ان سے مل کر جایئے گا۔"

"کیا یہ اختتام ہے؟"

وہ بہت مدھم سے مسکرائے تھے۔

"ملائکہ تمھارا تو یہ آغاز ہے کہ تم آگے کیا کرتی ہو۔ خطاط کا سہرا کیسے برقرار رکھتی۔"

"اور آپ کا؟"

"اختتام تو میرے لیے بھی نہیں ہے۔ میں کہیں اور کسی اور کو سیکھانے پہنچ جاؤں گا۔"

قلم ویسے ہی چل رہے تھے۔ وہی سوال خوبصورتی کے رنگ لیے کینوس پر چمکنے لگا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا میں آپ سے آپ کی سب سے بڑی خواہش پوچھ سکتی ہوں؟"

"مجھے خطاطی کی حالت میں اللہ سے ملاقات کا شوق ہے۔اس کام کے ساتھ مرنا چاہتا ہوں جس کام کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔"

میری آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔ نجانے کیوں موت اتنی خطرناک لگتی ہے جبکہ ہر شخص اس کے ذائقے کو چکھے گا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

وقت سرک گیا تھا۔جدائی کا لمحہ آن پہنچا۔اس لمحے مجھ پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ جدائی کے لیے انسان کبھی تیار نہیں ہو سکتا۔وہ زوہیب سے بغل گیر ہوئے میری طرف مسکراہٹ اچھالی اور وہ گھنا سایہ بھیڑ کا حصہ بن گیا۔وہ نمی جو کل سے حلق میں اٹکی تھی، آنکھوں سے بہت دھیرے سے بہنے لگی تھی۔استاد جا چکے۔مجھے سوال تھما گئے اور جاتے ہوئے مجھے انعام کے طور پر خاکی لفافے میں لپٹی پینٹنگ بھی دے کر گئے تھے۔میرے مشکل وقت کے ساتھی۔ قید سے رہائی کا پروانہ میرے ہاتھ میں تھما گئے تھے۔مجھے میری اپنی سوچوں سے نکالنے کا ہاتھ تین لوگوں کا تھا۔ان تین میں سے ایک مجھے بہت نرم گرم مسکراہٹ کے ساتھ الوداع

کر گیا تھا۔الوداع جتنا بھی خوبصورت ہو کٹھن ہی رہتا ہے۔اس امید کے ساتھ کہ میں ان سے پھر ملوں گی، میں گھر کی راہ چل پڑی تھی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

سال شروع ہونے میں چند دن باقی تھے۔کینیڈا میں کرسمس کی تیاری زور و شور سے ہو رہی تھیں۔کرسمس ٹری اور ان پر لگنے والی ڈیکوریشن ہر جگہ موجود تھی۔عام معنی میں عید کا سا گمان ہوتا۔ان پر لطف مناظر کو دیکھتے ہوئے بھی کہیں سے ماں نکل آتیں۔عید کے دن سے قبل کی گئیں تیاریاں، بازاروں کے چکر، عید کی صبح کی تیاری، گھر کی صفائی۔کیا کچھ مائیں بے لوث ہو کر کرتی ہیں اور کیا کچھ ہم سرے سے نظر انداز کرتے ہیں۔کینیڈا میں یونیورسٹی کو کالج کا خطاب دیتے ہیں۔سمسٹر ختم ہو گیا تھا، کالج کی چھٹیاں شروع ہو گئیں تھیں۔لونا سے چند دن دوری کتنی بھلی تھی مگر گھر کا سناٹا کچھ پُر امن نہ تھا۔گھر کی خاموشی میں مجھے آوازیں سنائی دیتی تھیں۔کہیں ماں کی آواز آنے لگتی تھی۔مجھے وہم ہونے لگے تھے۔زوہیب کو یہ میں بتانا نہیں چاہتی تھی مگر ان آوازوں سے اتنا ضرور ہوتا تھا کہ میں ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتی تھی۔اسی ذہنی کشمکش کی بدولت مجھے استاد کا دیا تحفہ کھولنا بھی یاد نہ رہا تھا۔یاد آنے پر میں نے

اس لفافے کو کھولنا شروع کیا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی تھی، حیرانگی پر تعجب نے حملہ کیا تھا۔ یہ وہی خطاطی تھی جو میں نے استاد سے مانگی تھی مگر انھوں نے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس خطاطی کے ساتھ ایک مختصر سا نوٹ تھا۔

"فنکاروں میں خطاطی کو اپنے لیے پسند کرنے والی طلبہ کے نام"

آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔ پہلی ملاقات کا منظر آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔

"تو اس خطاطی پر بھی ملائکہ کا نام تھا۔"

مجھے اس لمحے لگا تھا کہ یہ میری زندگی کا سب سے خوبصورت دن ہے، اس پر شاید میں کچھ دیر مزید سوچتی مگر میرا فون تھرتھرایا تھا۔ کینیڈا میں آنے کے بعد یہ کم ہی تھرتھراہٹ کا شکار ہوتا تھا اور ہر بار وہ زوہیب ہی ہوتا جو مجھے تاخیر سے گھر آنے کی خبر دیتا۔

فون پر ایک نظر ڈالتے مجھے لگا تھا کسی نے کینیڈا کی سردی میں مجھے باہر کھڑا کر دیا تھا۔ وہ پاکستانی نمبر تھا۔ کینیڈا میں پاکستانی نمبر سے مجھے کال آنا صرف اس بات کا اعلان تھا کہ یہ میرے گھر کے افراد میں سے کوئی تھا۔ نمبر کو ذہن کی اسکرین پر تلاش کرنے کی ادنی سے کوشش کی تھی۔ کیا یہ نمبر میں جانتی تھی۔ کہیں بھی ذہن کے کسی کونے میں بھی اس نمبر کی

شناخت نہیں ہوئی تھی۔شناخت نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ مجھے نمبرز کا یاد نہ رہنا تھا۔

کپکپاتے ہاتھوں سے میں نے فون اٹھایا تھا۔

"السلام علیکم ملائکہ !"

دنیا تھم گئی تھی۔کون سی ناراضگی تھی جو بس اس ایک آواز کی منتظر تھی۔آنسوؤں کا گولہ میرے گلے میں اٹک گیا تھا۔یہ وہ شخص تھا جس سے میں نے بچپن سے اب تک بے انتہا محبت کی تھی۔سرد دیوار صرف اس آواز کو سننے سے ہی پگھل گئی تھی۔وہ دیوار جو پچھلے چند دنوں سے مجھے یہ احساس دیتی تھی کہ مجھے اپنے گھر والوں سے محبت نہیں رہی۔دل طوفانوں کی زد میں تھا آنکھیں اشک بار تھیں۔

"ملائکہ بچے، کیسی ہو؟"

طوفان تھمنے والا نہیں تھا۔ایک، دو، تین۔۔۔

میں نے ہچکیوں سمیت رونا شروع کر دیا تھا۔

"ملائکہ، کیا ہو گیا ہے؟"

بولنے کی طاقت تو رہی نہیں تھی۔

"میں نے تمھیں بہت یاد کیا ملائکہ۔"

چند لمحے خاموشی کا دور چلا تھا اور پھر فون کی دوسری جانب بھی جیسے ایک باپ ضبط کھو بیٹھا تھا۔ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں باپ رو رہا تھا اور کینیڈا کے دارلخلافہ میں بیٹی رو رہی تھی۔ اگلے پانچ منٹ ہچکیوں کا ہی تبادلہ ہوا تھا اور پھر بلآخر آنسو تھم گئے تھے۔

"بابا، میں ٹھیک ہوں۔ آپ روئیں نہیں۔"

ماں باپ کے آنسو آپ کو کمزور کر دیتے ہیں۔ میں کمزور پہلے ہی تھی اب بالکل فنا ہو رہی تھی۔

"تم نے میری ایک فون کال نہیں اٹھائی ملائکہ۔ میں نے تمھیں اتنا یاد کیا۔ میری عمر گھلنے لگی ہے بچے۔"

کچھ تعجب کی کیفیت مجھ پر حاوی ہوئی تھی۔ بابا جھوٹ تو نہیں بولتے تھے۔ بابا سچ کو لپیٹ کر بتاتے تھے، وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

Clubb of Quality Content

"تمھاری ناراضگی مجھے اندر سے ختم کر رہی ہے۔ماں باپ بھی غلطی کر جاتے ہیں نا ملائکہ۔ باپ کی غلطیاں معاف کر دو۔"

وضاحت کا موقع نہیں مل رہا تھا۔سوال کرنے کی جرات نہیں تھی۔

"میں آپ سے ناراض تھی بابا، بہت تھی مگر اب بالکل بھی نہیں ہوں۔میرے لیے آپ کو بھولنا ممکن نہیں ہے۔آپ کو معاف نہ کرنا بھی میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ناراض تھی مگر اتنی ناراضگی نہیں تھی کہ آپ کو مجھ سے معافی مانگنی پڑے۔"

زکام زدہ سی آواز پھر ابھری تھی۔

"ملائکہ، نمبر بدل لیا تھا تو بتا ہی دیتی۔زوہیب کا نمبر بھی آج اچانک ہی تمھاری ماں کی ڈائری سے نکل آیا۔"

کچھ گلے میں اٹکا تھا۔شکوہ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔وضاحت دینے کی طاقت نہیں تھی۔

"اچھا، مجھے بتاؤ کینیڈا میں وقت کیسا گزر رہا ہے۔سردیاں تو تمھیں بہت پسند تھیں۔"

"بابا، سردیاں اسلام آباد کی پسند تھیں، یہاں جو سردی ہوتی ہے وہ سردی سے زیادہ برف باری ہوتی ہے۔ آپ سنائیں اسلام آباد کیسا ہے؟ آپ کیسے ہیں؟ ماہم اور بھائی؟"

"بوڑھا ہو گیا ہوں۔ یاد ہی نہیں رہا کہ کال کس لیے کی تھی، ملائکہ تمھاری بہن اور بھائی دونوں کی شادی ہے۔ تمھارے واٹس ایپ پر میں نے تمھیں کافی میسجز بھی کیے۔ تمھاری بھابھی اور بہنوئی کی تصویر بھی بھیجی مگر تمھارا فون شاید آن نہیں ہوا۔"

کہیں ذہن کے پردے پر کچھ یاد آیا تھا۔ آہ، میرے ساتھ فون تو کینیڈا آیا ہی نہیں تھا۔ کینیڈا میں آئی تھی۔ واٹس ایپ کی سم نہ ہونے کی بدولت کوئی میسج بھلا کیسے آ سکتا تھا۔

"آپ لوگوں نے میرے کمرے کی صفائی کب سے نہیں کی؟ کیا ماہم میرے کمرے میں اب نہیں رہتی؟"

یقیناً ماہم نے میرے جانے کے بعد کمرہ بدل لیا تھا ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ میرا فون اس کو نظر نہ آتا۔

"تمھیں کیسے پتہ کہ اس نے کمرہ بدل لیا ہے۔ دراصل تمھارے جانے کے کچھ عرصے بعد ہی ماہم نے کمرہ بدل لیا تھا۔ وہ نیچے شفٹ ہو گئی تھی۔ تمھارا کمرہ صاف تو ہر ہفتے ہوتا ہے۔"

"بابا، میرا فون میں کینیڈا نہیں لائی تھی۔ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ مجھے یاد ہی نہیں رہا۔"

بے چین کر دینے والی خاموشی نے گفتگو میں بسیرا کیا تھا۔ خاموشی کا دور طویل ہو گیا تھا۔ خاموشی کو توڑنے والی آواز بابا کی تھی۔

"ہم نے تمھیں بہت یاد کیا۔"

کندھے سے بھلا دیے جانے کا بوجھ سرک گیا تھا۔ مدہم سی مسکراہٹ نے چہرے پر بسیرا کر لیا تھا۔ وہ مجھے یاد رکھے ہوئے تھے۔

"تم نے ہم سے رابطہ کیوں نہیں کیا ملائکہ؟"

طویل خاموشی نے میرے گرد بسیرا کر لیا تھا۔ یہ سوال میں نے خود سے کیا تھا۔ آخر میں نے رابطے کی کوشش کیوں نہ کی تھی۔ اس سوال کا جواب انتہائی تکلیف دہ تھا۔ میں یہاں پر اس حال میں تھی ہی نہیں کہ مجھے کسی کا خیال آتا۔ ہماری ذہنی تکلیف ہم سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کس حد تک چھین لیتی ہے اس کا اندازہ ہمارے ارد گرد کے لوگ نہیں کر سکتے۔ اندازہ کر لینے کے باوجود بھی وہ اس درد کو اس حد تک محسوس نہیں کر سکتے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا چھوڑو، تم ماہم اور زبیر کی شادی پر لازمی آ رہی ہو۔ میں نے زوہیب کو ساری ڈیٹیلز دے دیں ہیں۔ تمھیں میں تصویریں بھیجتا ہوں۔"

وہ فون رکھ چکے تھے۔

تھکن کا احساس کندھوں پر بوجھ کی مانند جم گیا تھا۔ صوفے کے ساتھ میں نے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کی تھیں۔ ہمارے اپنے ہمارے حال سے کتنے غافل ہوتے ہیں اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

صوفے پر اسی انداز میں بیٹھے بیٹھے مجھے نیند نے اپنے آغوش میں لیا تھا۔ اس کے بعد میری آنکھ تب کھلی تھی جب کسی نے نرمی سے میرا کندھا دبایا تھا۔

"ملائک، اندر جا کر سو جاؤ۔ نجانے کب سے ایسے لیٹی ہو۔"

وہ سفید شرٹ اور بلیک پینٹ میں کھڑا تھا۔ یقیناً کوٹ وہ دروازے کے پاس موجود کوٹ ہولڈر میں لٹکا آیا تھا۔

"ملائک، مجھے سن رہی ہو۔"

میں نے سر ہلایا تھا۔

وہ میرے ساتھ آ کر بیٹھا تھا۔ کف لنکس اتار کر اس نے ٹیبل پر رکھے تھے۔

"کیا ہوا ہے؟"

تعجب نے میرے گرد گھیرا تنگ کیا تھا۔ اس کو کیسے علم تھا کہ مجھے کچھ ہوا ہے۔

وہ جواب طلب نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"بابا کی کال آئی تھی۔"

"خالو کی کال مجھے بھی آئی تھی۔"

وہ سمجھتا ہو گا کہ میں نے اس سے جھوٹ بولا تھا کہ بابا مجھے کال نہیں کرتے۔ بابا نے اس کو ضرور بتایا ہو گا کہ ملائکہ میری کال نہیں اٹھاتی۔ بغیر وجہ کے شرمندگی کا احساس میرے گرد پھیلنے لگا تھا۔ بوجھ، شرمندگی، تھکان۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"خالو کہہ رہے تھے کہ تمھیں اسلام آباد بھیج دوں۔ میں نے ابھی ٹورانٹو جانا ہے تو ساتھ تمھاری بھی فلائٹ بک کروادوں گا۔ تمھارے ساتھ تو نہیں جا سکتا کیونکہ خالو تمھیں جلدی بلوانا چاہ رہے۔ ایسے کریں گے کہ تم میرے جانے سے تین دن پہلے چلی جانا ویسے تو میرا ہفتے کا کام ہے ٹورانٹو میں مگر میں کوشش کروں گا جلدی فارغ ہو جاؤں۔"

اگلے آنے والے ہفتے کا رف ورک میرے سامنے تھا۔ نجانے رونا کس بات پر آ رہا تھا۔ زوہیب کے سامنے شرمندگی اٹھانے پر۔ تھکان پر۔ اس بوجھ پر جو کندھوں پر بسیرا کر چکا تھا۔ ماہم اور زبیر بھائی کی شادی پر۔ کینیڈا سے اسلام آباد جانے پر۔ ماں کے شہر سے جانے پر۔

"ملائک، ٹھیک ہو؟"

سوال پھر دہرایا گیا تھا۔

"ہمم، طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

مختصر ترین جواب یہی دے سکتی تھی۔ کچھ بولتی تو آنسو بے لگام ہو کر گرنے لگتے۔ اس نے ہاتھ میرے ماتھے پر رکھا تھا بس اتنی سی دیر تھی اور آنسو بے لگام ہو کر گر پڑے تھے۔ اس کو میرے ماتھے پر ہاتھ رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

Clubb of Quality Content

"بخار تو نہیں ہے تم۔۔۔ملائک، کیا ہو گیا ہے؟ خالو نے کچھ کہا ہے؟"

سوال در سوال اور جواب کچھ بھی نہیں تھا۔ میرے آنسو اپنی رفتار سے گر رہے تھے۔

"ادھر دیکھو ملائک۔" وہ مجھے بلا رہا تھا۔ مجھے خود کو دیکھنے کا کہہ رہا تھا تاکہ آنسو کسی صورت نہ تھمیں۔

"اوکے، تم رو لو پھر ہم مسئلہ دیکھیں گے۔"

چند منٹ بعد میں خود بولنا شروع ہوئی تھی۔

"زوہیب، بابا کہتے ہیں میں نے ان سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

زکام زدہ آواز، گفتگو کے دوران میں باقاعدہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"میں تو ٹھیک ہی نہیں تھی نا۔ میں تو تمھارے ساتھ ہو کر بھی نہیں تھی۔ تم تھے میں تو نہیں تھی۔ میں تو کہیں بھی نہیں تھی زوہیب۔"

"بابا کہتے ہیں انھوں نے میرے نمبر پر کالز کیں لیکن میں نے نہیں اٹھائیں۔ ان کو یہ کیسے نہیں پتہ لگ سکا کہ میرا فون گھر پر ہی ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وہ نہیں مانتے مگر انھوں نے میرے جانے کے بعد ہی میرا کمرہ بند کر دیا تھا۔"

میں منفی ہو رہی تھی۔

"میں روز جب اپنے ہاتھوں کی سطح پر وہ رنگ برنگی چند گولیاں رکھتی ہوں تو میں پتہ ہے کیا سوچتی ہوں؟"

بے ربط جملے کہہ رہی تھی میں۔ایسے جملے جن کا آپس میں کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔

"کون ہو گا جس کو خوشی کو محسوس کرنے کے لیے دوا کا استعمال کرنا پڑے۔خوشی کتنی بڑی نعمت ہے اس کا احساس تب ہوتا ہے جب یہ رنگ برنگی گولیاں ہاتھوں سے حلق تک جاتیں ہیں۔ان ادویات کے باوجود آپ خوشی کو مکمل طور پر محسوس نہیں کر سکتے۔"

میرا دل کیا تھا کہ میں بین کرتی۔میں اپنا چہرا پیٹتی۔تکلیف ختم کیوں نہیں ہوتی تھی۔

"شکوے تو میں بھی کر سکتی تھی۔وہ باپ ہیں زوہیب،روتے ہیں تو روح پر بھی ضربیں لگتی ہیں۔میں کیسے ان کو رونے کی وجہ دیتی۔وہ بوڑھے ہو گئے ہیں،میں بڑی ہو گئی ہوں۔ہم دونوں ایک دوسرے کے بڑے ہونے کا سبب ہیں۔نقصان دونوں طرف سے یکساں ہے تو شکوہ یک طرفہ کیوں زوہیب؟"

"میں نے تو کچھ نہیں کہا، میں نے نہیں کہا کہ آپ نے ہنستی مسکراتی ملائکہ کو اسلام آباد میں دفنا دیا۔ زوہیب، تم نہ ہوتے تو میرا کیا ہوتا۔ میں تو اس شہر کی سرد ہوائیں برداشت نہیں کر سکتی ایسے۔"

"وہ رابطہ نہیں کرتے تھے تب بھی تکلیف ہوتی تھی، وہ رابطہ کرتے ہیں تب بھی تکلیف ہوتی ہے میں کدھر جاؤں زوہیب۔"

"میں کدھر جاؤں؟"

"باپ کو چھوڑ نہیں سکتی مگر ان خساروں کا کیا کروں جو میرے حصے میں آئے ہیں۔"

بھڑاس نکل گئی تھی۔ لاوا اگل گیا تھا۔ نجانے اس کے شعلوں نے کس کو بھڑکایا تھا۔ کچھ لمحات خاموشی کی نذر ہوئے تھے۔ زوہیب نے صوفے سے ٹیک لگائی تھی۔ میں نے چہرا پھیر کر اس کی طرف دیکھا تھا، وہ کچھ بول کیوں نہیں رہا تھا۔ کچھ تو کہتا۔ اس کے چہرے پر سکون تھا۔ وہ بے چین نہیں لگتا تھا۔ مسائل میری زندگی میں تھے وہ کیسے بے چین نظر آسکتا تھا۔

"ٹیک لگا لو تم بھی۔"

غم کی کیفیت پر یکدم غصہ حاوی ہوا تھا۔

"مجھے بیٹھنا ہی نہیں ہے۔"

صوفے سے اٹھتے میں کمرے کی جانب بڑھی تھی۔ بھاڑ میں جھونک دو ان غموں کو کہیں کا نہیں چھوڑتے۔ شدید طیش سے اب رونا آرہا تھا۔ میں خود سے مخاطب ہوئی تھی۔

"ملائک، خبردار اب تم روئی۔ جوتے میں خود لگاؤں گی تمھیں۔ بس کمرے میں جا کر روئیں گے۔"

ایک ہاتھ میرا ڈورناب پر تھا کہ زوہیب نے میرا دوسرا ہاتھ پکڑا تھا۔

"میری بات تو سن لو، ملائک۔"

ڈورناب اس نے گھمایا تھا اور اب میں اور وہ کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ بیڈ پر بیٹھا تھا ساتھ ہی اس نے اشارے سے مجھے بیٹھنے کی دعوت دی تھی۔

"ملائک، زندگی میں بہت سے لوگ ہمیں ارادتاً تکلیف دیتے ہیں مگر ہمارے گھر والے، وہ یہ ارادتاً نہیں کرتے۔ وہ ہماری بھلائی چاہتے ہوئے بہت کچھ غلط کر جاتے ہیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ رکا تھا۔

"وہ ماں باپ پہلی دفعہ بنتے ہیں۔ تم اولاد پہلی دفعہ بنی ہو۔ تم نے ماں پہلی دفعہ کھوئی۔ انھوں نے بیوی پہلی دفعہ کھوئی ہے۔"

میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اس پر انگوٹھا پھیر رہا تھا۔

"کچھ فیصلے ان سے غلط ہوئے اس غم میں۔ کچھ فیصلے تم سے غلط ہوئے تمھاری غم کی کیفیت میں۔ نہ تمھارے غلط فیصلے جسٹیفائیڈ ہیں، نہ ان کے مگر کیا ہم ایک دوسرے کو انسان سمجھ کر ،ان کے اور تمھارے غلط فیصلوں کو ہیومن ایرر سمجھ کر اگلے نہیں بڑھ سکتے؟"

اس نے میرا ہاتھ دبایا تھا، جیسے مجھ سے تصدیق چاہتا ہو۔

سر ہلا دیا گیا تھا، تصدیق کر دی گئی تھی۔ زوہیب کے چہرے پر مدھم مسکراہٹ تھی، جو اس نے میری جانب اچھالی تھی۔

"تم اسلام آباد جا رہی ہو۔ ماہم اور زبیر کی شادی کی شاپنگ کرنا۔ اسلام آباد گھومنا پھرنا۔ میں ایک ہفتہ ٹورانٹو بغیر بیوی کے گھوموں گا۔"

زوہیب کی آواز آخر میں ایسی تھی، جیسے یہ بہت افسردہ بات تھی۔

"ویسے تو تم روز اوٹاوا اپنی بیوی کو گھماتے ہو۔ میں خود بائے ورڈ سٹریٹ نہ جاتی تو تم نے تو وہ بھی نہیں دیکھانی تھی مجھے۔"

"میں نے حقیقتاً تمھیں اوٹاوا نہیں گھمایا، چلو کل ہم اوٹاوا کا سفر کریں گے۔"

پر جوش کیفیت نے مجھے اپنے گھیرے میں لیا تھا۔ یہ ایک خوش آئندہ بات تھی۔ مجھے کم ہی کوئی جذبہ محسوس ہوتا تھا۔ یہ وہ دوسری بات تھی جس کا تذکرہ میں نے زوہیب سے نہیں کیا تھا۔

"بائے ورڈ مارکیٹ سے ہی شروعات کریں گے پھر۔"

اس نے سر اثبات میں ہلا کر تصدیق کی تھی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

باب بیست و ہشتم

ملائک کے پسندیدہ استاد جا چکے تھے۔ان کے جانے نے اس کو اداس تو کیا تھا مگر وہ ڈپریشن کا شکار نہیں ہوئی تھی۔اس کا ٹراما ٹرگر نہیں ہوا تھا۔یہ ایک مثبت تبدیلی تھی جو اس سارے عرصے میں آئی تھی۔خاموشی کا طویل سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔وہ مسکرا بھی لیتی تھی۔کبھی کوئی دن اپنی شان سے زائد چمکتا تو وہ کھلکھلا کر ہنس لیتی تھی۔

اس وقت مجھے جس بات کی فکر تھی وہ خالو کی کال تھی۔آج ان کی کال چار ماہ میں پہلی دفعہ آئی تھی اور خالو کی کال میں نہ صرف ملائک کی شکایتیں تھیں بلکہ بہت سے انکشاف بھی تھے جو میرے سپرد کیے گئے تھے کہ میں ملائک کو بتاؤں۔شادی صرف ماہم اور زبیر کی نہیں تھی۔خالو ملائک کی رخصتی پر بھی زور دے رہے تھے۔وہ چاہتے تھے کہ ملائک کی شادی بھی کر دی جائے۔نکاح ہو چکا تھا،شادی میں شاید کوئی ایسی خامی بھی نہ تھی مگر مسئلہ ملائک کی ذہنی حالت کا تھا۔خالو،ملائک کو سمجھنے میں بری طرح ناکام ہوئے تھے اور اس ناکامی کا احساس گھر پہنچنے پر بہت اچھے سے ہو گیا تھا۔وہ صوفے پر سوئی ہوئی تھی۔سامنے میز پر اس کا فون پڑا تھا۔وہ فون اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ خالو کی کال اٹھا چکی ہے۔اس کے ماتھے پر پریشانی کی بدولت لکیریں تھیں۔وہ پُرسکون نیند نہیں لے رہی تھی۔اس کو جگانے پر اس کی

ذہنی کیفیت کس حد تک متاثر ہوئی ہے اس کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔اس بات کا فیصلہ مشکل تھا کہ خالو کی کال کی حقیقت جان کر مزید کتنا متاثر ہو گی۔ بہر حال تمام صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ ملائک کو ذہنی طور پر پُر سکون رکھنے کے لیے کسی پر امن جگہ پر لے جایا جائے، جہاں کم از کم وہ کچھ منفی نہ سوچ سکے۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

آج کے دن کا نقشہ جو میرے دماغ نے کھینچا تھا وہ کچھ یوں تھا کہ صبح سے شام تک ہم کینیڈا کے بہت سے مقامات دیکھ لیں گے۔ کچھ مقامات ان میں سے فنکاروں کے پسندیدہ مقامات میں شامل تھے مگر کیا معلوم ملائک کی پسند کے دائرے میں وہ داخل ہو سکتے کہ نہیں۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

باب بیست و نہم

صبح کا وقت تھا۔رات ہوئی برف باری کی بدولت ٹھنڈ بڑھ چکی تھی۔آج چوبیس دسمبر تھی جس کا واضح مطلب تھا کہ دسمبر کے آغاز سے شروع ہونے والی تیاریاں آج اپنی انتہا پر ہوں گی۔ سبز درخت جو برف سے ڈھکے ہوئے تھے ان پر سرخ بتیاں جلنے کو بیتاب تھیں۔ گاڑی کا

سفر کچھ پر جوش سا تھا اور پھر بالآخر ہم اپنے پہلے مقام یعنی بائے ورڈ مارکیٹ پر پہنچ چکے تھے۔ گاڑی سے اترتے ہی سردی نے میرے گرد گھیرا تنگ کیا تھا۔افف کینیڈا اور اس کی سردی سے لازوال محبت۔زوہیب اور میں اب ہمقدم چل رہے تھے۔وہ مقام جہاں اوٹاوا تحریر تھا اس کے پاس وہ رک گیا تھا۔

وہ بولنے لگا تھا۔اس کے بولنے پر اس کے منہ سے بھاپ نکل رہی تھی۔اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

"یہ کینیڈا کی مشہور مارکیٹ ہے، جس کے نام سے تم پہلے ہی آگاہ ہو اور اس کی تاریخ کچھ یوں ہے کہ آج سے صدیوں پہلے جب ریڈیول کینال کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا تو مزدوروں کو کھانے پینے کی ضرورت تھی اور اس ضرورت نے اس جگہ کو مختصر سی مارکیٹ کی صورت تشکیل دیا اور اب یہ مارکیٹ اتنے بڑے رقبے پر پھیل چکی ہے۔وہ جو سامنے عمارت کھڑی دیکھ رہی ہو وہ مارکیٹ ہال ہے اور یہی مارکیٹ ہال باقاعدہ اس جگہ کی ابتدا تھی، یہاں پر کہیں کہیں تم تاریخ کا عکس بھی دیکھو گی اور اگر میری عینک کا استعمال کر لو تو میرا بچپن بھی یہیں کہیں نظر آئے گا، زیادہ گہرائی میں جاؤ تو ماں اور خالہ جان کے بچپن کے آثار بھی ادھر ہی

کہیں ہوں گے۔اس طریقے کے تعارف پر آپ مجھے ٹور گائیڈ بھی سمجھ سکتی ہیں اور مجھے پے بھی کر سکتی ہیں۔ کینیڈا جیسے ملک میں مفت کا کچھ نہیں ملتا۔"

اس کے چہرے کی سنجیدگی مسکراہٹ میں ڈھل گئی تھی۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو کینیڈا جیسے ملک میں کچھ بھی مفت کا نہیں ملتا،اس لیے تم ایک حسینہ کا اپنے ہمسفر ہونے پر اس کو ہزار ڈالرز دے سکتے ہو۔"

زوہیب نے ارد گرد نظر دوڑائی تھی۔

"تم نے حسینہ کہا نا؟ مجھے نظر کیوں نہیں آرہی؟"

میں اس بات پر صرف گھور ہی سکتی تھی۔منہ ہی منہ میں بڑبڑایا گیا تھا۔"ناشکرا"

مارکیٹ اس دن کے مقابلے میں خاموشی تھی۔دکانیں مکمل نہیں کھلی تھیں۔

"ہم پہلے ناشتہ کریں گے۔پھر کوکو اپیئں گے اور اگلے مقام پر جائیں گے۔"

Beavertails

وہ پہلا مقام تھا جہاں سے ہم نے ناشتہ کرنا تھا۔ دکان باہر سے لکڑی کے جھونپڑے کی سی تھی، اندرونی حصہ بہت مختصر مگر انتہائی خوبصورت تھا۔ کھڑکی سے اندر دیکھا جائے تو آٹا گول کر کے کھینچا گیا تھا پھر وہی گرم تیل میں ڈالا گیا تھا، رنگ بدلنے لگا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس پر ٹاپینگز ڈال کر ہمارے حوالے کیا گیا تھا۔ یہ دکان ان دکانوں میں سے ایک تھی جس میں سیٹینگ ایریا کے نام پر ایک کرسی بھی موجود نہیں تھی۔ دکان کے باہر سے دکان کی چمنی سے آسمان پر اٹھتے دھوئیں نظر آ رہے تھے۔ میں اس وقت دکان کی خوبصورتی کو بہت باریکی سے دیکھ رہی تھی کہ

Beavertails

میری طرف بڑھائی گئی تھی۔

"تمھیں وہ فلیور پسند نہ آیا تو یہ والا لے لینا۔"

"مجھے کیوں نہیں پسند آئے گا میں یہی کھاؤں گی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

لو بھلا مجھے کیوں نہ پسند آتی کینیڈا کی سب سے مشہور چیز۔ کینیڈا میں چار ماہ گزارنے کے بعد مجھے اتنا تو علم تھا ہی کہ اس جگہ کی اسپیشل ڈش میں سے ایک یہ افغانی نان جیسی شکل کا میٹھا ہے

۔

سرد موسم میں گرم گرم بیور ٹیل کو منہ میں ڈالا گیا تھا پہلے منہ میں چینی کا ذائقہ گھلنے لگا تھا اور چینی کے ذائقے میں دار چینی نے فتح حاصل کی تھی۔ آہ، یہ کیا تھا۔

زوہیب نے مجھے دیکھ کر جیسے ہنسی دبائی تھی، اپنا بیور ٹیل میرے سامنے کیا تھا۔

"یہ کھالو، اس میں چاکلیٹ ہے۔"

وہ مسکراہٹ چھپا رہا تھا۔ وہ مجھ پر ہنس رہا تھا۔

"نہیں، مجھے یہی پسند ہے۔"

"اوکے" اس نے شانے اچکائے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جہاں اس کو اصرار کرنا چاہیے تھا وہاں وہ کرتا ہی نہیں تھا۔ ائیر پورٹ پر کپ کیکس کا غم بھی دل کے کسی کونے میں جاگنے لگا تھا۔ کیا تھا کہ وہ ایک دفعہ پھر کہہ لیتا۔ مجھے یہ میٹھی دار چینی تو نہ کھانی پڑتی۔

اب ہم دونوں پھر سے ہم قدم ہو گئے تھے۔ اوٹاوا کی بائے ورڈ مارکیٹ کے مرکزی حصے میں ہم پہنچ چکے جہاں اوٹاوا کا لفظ جلی حروف میں چمک رہا تھا۔

"آؤ، تمھاری ادھر تصویر لیتا ہوں۔"

اس جملے پر کچھ حیرت سی ہوئی تھی مگر خیر اس جگہ پر تصویر لیا جانا کچھ برا نہ تھا۔

اب کہ منظر کچھ یوں تھا کہ میں ان حروف کے ایک کنارے پر کھڑی تھی اور زوہیب تصویر اپنے فون میں محفوظ کر رہا تھا۔

میرے ہاتھ میں بیورٹیل تھی زوہیب کی بیورٹیل بھی اس کے ہاتھ میں ہی تھی۔ بیورٹیل کو دوسرے ہاتھ میں رکھتے وہ ایک ہاتھ سے میری تصویر لے رہا تھا۔ میرا دھیان حقیقتاً کیمرے کی طرف نہیں تھا۔ میں تو بس اس کے ہاتھوں کی حرکت دیکھ رہی تھی۔ پاس سے گزرتے شخص کو اس نے روک کر کچھ کہا تھا اور پھر وہ میرے برابر میں آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ یہ بات تو

کہیں بھی نہیں ہوئی تھی۔کچھ حیرت سے میں نے اس کی طرف دیکھا تھا اور یہی منظر کمرے کی آنکھ نے قید کر لیا تھا۔

اوٹاوا کے حروف کے ایک کنارے پر ہم دونوں کھڑے تھے۔وائٹ جمپسوٹ پر میں نے براؤن کوٹ پہن رکھا تھا۔بروان کوٹ اور بروان اسکارف۔اس نے وائٹ پینٹ کے ساتھ ڈارک براؤن ول سوئیٹر پہنی ہوئی تھی اوپر اس کی لائٹ براؤن جیکٹ تھی۔میں اس کو دیکھ رہی تھی،اس کا رخ میری طرف تھا مگر وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔سامنے کھڑا شخص زوہیب کو تصویر دیکھانے کے ساتھ اس کا فون اس کو پکڑا رہا تھا۔تصویر اچھی تھی۔ہماری ڈریسنگ ہمیں حقیقتاً گپلز بنا رہی تھی۔گھر سے نکلتے وقت شاید میرا دھیان اس بات پر جانا ناممکن تھا۔میں اسی کیفیت میں کھڑی تھی۔اس نے نرمی سے میرے ہاتھ سے بیورٹیل لی تھی اور اپنی بیورٹیل میرے ہاتھ میں تھما دی تھی۔

"جب کھا نہیں سکتی تو خود پر جبر کیوں کر رہی ہو۔"

حیرت شاید چھوٹا لفظ تھا جو اس وقت میں محسوس کر رہی تھی،وہ ہمیشہ سے میرے لیے ایسا ہی ثابت ہوا تھا۔بغیر کہے خیال رکھنے والا۔ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا جو مجھے رونے پر مجبور

کرتا مگر پھر بھی ہلکی سی نمی آنکھوں میں تیرنے لگی تھی۔اوٹاوا کی سیر کہیں پس منظر میں چلی گئی تھی۔وہ محبت کا احساس تھا جو میرے گرد گھیرا تنگ کر رہا تھا۔وہ آگے چل پڑا تھا۔

"ملائک"

وہ آگے جا کر پیچھے مڑا تھا،وہ میرے لیے مڑا تھا۔کہیں اندر سکون کی لہر اٹھی تھی۔آنکھیں جھلکی تھی۔

تقریباً پانچ سے دس منٹ کی واک کے بعد ہم

Notre Dame Cathedral Basilica

پہنچے تھے۔کینیڈا کا مشہور اور سب سے پرانا کیتھولک چرچ۔چرچ کو دیکھنے پر خواب کا سا گمان ہوتا تھا۔وہ جگہ باہر سے ہی انتہائی خوبصورت تھی۔جس انداز سے اس عمارت کی نقش ونگاری ہو رکھی تھی وہ دل موہ لینے والا تھا۔اندر جاتے ہی کرسمس کی آمد کی نوید ملی تھی۔

میرے کانوں میں مدھم آواز گونجی تھی۔

"ملائک،کیتھولک چرچ میں الگ دنیا بستی ہے۔"

اکثر ماں خواب کے عالم میں یہ جملہ کہا کرتی تھیں۔میں اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور تھی کہ کیتھولک چرچ میں الگ دنیا بستی ہے۔ماں اسلام آباد کے کسی بھی چرچ کے پاس سے گزرتے ہوئے کینیڈا کے کتھولک چرچ کا ذکر لازمی کرتی تھیں گو کہ بابا کو یہ ذکر خاصا گراں لگتا تھا۔

"یہ جو مدھم آوازیں تمھیں سنائی دے رہی ہیں یہ ان کی دعا کی ریہرسل ہو رہی ہے۔"

اندر کا ماحول باہر سے یکسر مختلف تھا۔رنگین شیشے،آسمانی رنگ کی چھت اور کرسمس کی سجاوٹ۔

"زوہیب،یہ جگہ تو بہت خوبصورت ہے۔"بہت مدھم سی سرگوشی کی گئی تھی۔چرچ کے اندر ایسے ہی ہلکی ہلکی سرگوشیاں ہو رہیں تھیں اور تقریباً بیس منٹ بعد ہم چرچ سے باہر نکلے تھے۔چرچ کے بلکل سامنے ایک کرسمس ٹری لگا تھا۔

"خالہ جان کو ایک وقت تک یہ جگہ بے حد عزیز تھی۔ماں اکثر یہاں سے گزرتے بتاتی تھیں۔"

زوہیب چرچ کے بارے میں بتاتے ہوئے بولا تھا۔

"ماما کو اسلام آباد میں بھی یہ جگہ اتنی ہی محبوب تھی۔"

زوہیب نے تعجب سے مجھے دیکھا تھا۔اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

مجھے حیرت نہیں ہوئی تھی۔اکثر لوگوں کو لگتا تھا کہ میں بہت سی باتوں سے لاعلم ہوں۔کچھ دیر وہ مجھے دیکھتا رہا تھا اور پھر خاموشی سے آگے بڑھ گیا تھا۔

تصویروں کا دور پہلے کی طرح پھر شروع ہوا تھا، مگر اس بار تصویر کھینچنے کے لیے پاس سے گزرتے شخص کو نہیں روکا گیا تھا۔زوہیب نے اب کی بار خود تصویر لی تھی۔

ان تصویروں کی حقیقت میری سمجھ سے باہر تھی۔

چرچ سے نکل کر زوہیب کو کواسٹال کی طرف بڑھ رہا تھا۔

میرے سفر کا ساتھی۔۔۔احساسِ تشکر کا بیج دل کے گوشے میں پروان چڑھا تھا۔مسکراہٹ نے میرے چہرے پر نشان چھوڑا تھا۔وہ چلتے چلتے مڑا تھا۔

"یہ ہر جگہ سے نکلنے کے بعد تم اپنی جگہ پر جامد کیوں ہو جاتی ہو؟"

وہ سوال کر رہا تھا، سوال بھی وہ جس کا جواب دینے والا ہر گز بھی نہیں تھا۔

میں کیا کہتی کہ ہر جگہ کی خوبصورتی کے بعد میں تمھاری خوبصورتی کو دیکھنے لگتی ہوں۔

"نہیں ایسے ہی۔" آنکھیں چھوٹی کر کے اس نے مجھے دیکھا تھا اور اب اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ مجھے اپنے گال تپتے محسوس ہوئے تھے۔ یہ آخر اس کو ہو کیا گیا تھا۔ کوکوا کا کپ اس نے مجھے تھمایا تھا۔ کوکوا دراصل ہاٹ چاکلیٹ کا ہی دوسرا نام تھا، در حقیقت اس میں کوکوا پاؤڈر کا استعمال تھوڑا زیادہ ہوتا تھا جس کی بدولت اس کا ذائقہ کڑواہٹ لیے ہوتا تھا۔ کینیڈا کی سردی میں یہ گرم بھاپ اڑاتا کپ سردی سے بچاؤ کا ایک حل تھا۔ مقامی لوگ اکثر اس کو کوکوا کہتے تھے۔ چرچ کے سامنے میوزیم ہے۔ جس کے سامنے مکڑی کا مجسمہ بنا ہوا ہے۔ ماں کے جملے کہیں سنائی دیے تھے۔ وہ بہت فخر سے کہا کرتی تھیں، "آرٹ میوزیم کے سامنے تمھیں ماں یاد نہ آئی تو بتانا مجھے۔"

"زوہیب!"

کپ تھماتے ہوئے اس نے میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"یہ مکڑی کا مجسمہ آرٹ گیلری کے باہر کیوں ہے؟

آرٹ کچھ سیمبلائز کرتا ہے نا؟"

وہ جیسے جھجکا تھا اور کچھ دیر وہ خاموش بھی رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اس مجسمے کا نام مامن ہے۔"

وہ رکا تھا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔

"فارسی میں اس کا مطلب ماں ہے۔"

وہ جیسے میرے تاثرات پڑھ رہا تھا۔

"یہ آرٹسٹ نے اپنی ماں کی یاد میں بنایا تھا۔اس کے مطابق مکڑی مضبوط ہوتی ہے جالا بناتی ہے اور اپنے بچوں کو محفوظ رکھتی ہے۔اس کے لیے یہ اس کی ماں کی یاد دہانی کا ایک ذریعہ تھا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ خاموش ہو گیا، کچھ میرے اندر بھی خاموش ہو گیا تھا۔باہر کی سرد ہوا میرے اندر اتر گئی تھی۔رنگین دنیا چند لمحوں میں بے رونق سی لگنے لگی تھی۔مجھے لگا میرے وجود کا ہر حصہ فنا ہو کر ہوا میں بکھر رہا ہے۔ماں ٹھیک کہتی تھیں اب یہ مکڑی ماں کی یاد کا جال بُنے گی۔

زوہیب نے میرا تھاما ہوا ہاتھ دبایا تھا۔اس پر بے نور نظریں ٹھہر گئی تھیں۔

"آؤ

Rideau canal

چلتے ہیں۔ گیلری پھر کبھی دیکھیں گے۔"

میں حقیقتاً انکار کرنا چاہتی تھی۔ میں کہنا چاہتی تھی کہ گھر کا رخ کرتے ہیں مگر نجانے کیوں میں نے سر ہاں میں ہلا دیا تھا۔ ہم گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی

Rideau canal

کے سامنے رکی تھی۔ زوہیب اور میں گاڑی سے نیچے اترے تھے۔ ماں کی مدھم آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ملائک، ریڈیو کینال پر اسکیٹنگ ہوتی ہے۔"

ماں کو اسکیٹنگ آتی تھی۔ وہ کینیڈین تھیں۔ مجھے ان کی وجہ سے کینیڈا آنا تھا۔ ماں کو کینیڈا سے لگاؤ تھا مگر وہ کینیڈا کا ذکر نہیں کرتی تھیں۔ اگر کبھی کرتی تھیں تو وہ بھی فجر کے اس وقت پر جب گھر خاموش ہوتا تھا۔ دیواریں زندہ ہوتی تھیں۔

کینال کے پاس لگے بینچز میں سے ایک پر وہ بیٹھا تھا۔ سردی میں برف کا گولہ بننے کے لیے میں بھی بیٹھ گئی تھی۔اس سرزمین پر ماں اسکیٹ کرتی رہی تھیں۔ کینیڈا آنے کے تین ماہ بعد کینیڈا میں ماں نظر آنے لگیں تھیں۔اس نے سٹال سے پھر کوکوالی تھی، نجانے پہلی کوکوا کدھر گئی۔

"یہ میری پسندیدہ جگہ ہے۔ تمھیں اس جگہ کی خاص بات بتاؤں۔یہ گرمیوں میں نہر ہوتی ہے اور سردیوں میں سکیٹنگ کے لیے کھولی جانے والی سکیٹ وے۔ہر سال جب یہ برف مخصوص طریقے پر جم جاتی ہے تو اعلان کیا جاتا ہے اس کے کھل جانے کا پھر یہاں پر سکیٹنگ کا نہ ختم ہونے والا دور شروع ہوتا ہے۔"

ماں پس منظر کا حصہ نہیں بنی تھی مگر بہر حال کہیں پیچھے ضرور رہ گئیں تھیں۔

"تمھیں سکیٹنگ آتی ہے؟"

"ٹھنڈے ملکوں میں رہنے والوں کو بہت کچھ آتا ہوتا ہے۔"

"جیسا کہ؟"

"جیسا کہ برف کی سختی برداشت کرنا۔ کینیڈا عام ملکوں جیسا نہیں ہے۔ یہ ترقی یافتہ ہے مگر جتنے بھی ترقی یافتہ ممالک ہوں، موسموں کی تبدیلی ان کے لیے بھی بہت سی مشکلات کھڑی کرتی ہیں۔ سردی ہمیشہ سختی اپنے ساتھ لاتی ہے۔ یہاں بہت سے لوگوں کے پاس گھر ہیں مگر کچھ لوگوں کی راتیں ان سردیوں میں سڑکوں پر بھی گزرتی ہیں۔ کچھ لوگوں کے پاس گھر ہوتا ہے مگر گھر کے اندر کے سسٹم کے لیے ناکافی آمدنی ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کی محبوب چیزیں ایک رات کی برف باری نگل جاتی ہے۔ کینیڈا خوبصورت ہے، ترقی یافتہ ہے مگر اس جگہ کے اپنے چیلنجز ہیں۔ بہت سے لوگ ان سردیوں میں اپنی جاب کھو دیتے ہیں اور بہت سے لوگ ان سردیوں کے اختتام پر اپنی جاب کھو دیتے ہیں۔ برف، برف میں رہنے والوں کو بھی سخت کر دیتی ہے۔"

"یعنی تم لوگوں کو برداشت گھٹی میں دی جاتی ہے؟"

"نہیں، وہ صرف خالہ کو دی گئی تھی۔ کینیڈین برداشت نہیں کرتے۔"

Clubb of Quality Content

میں اس کی بات کا پس منظر سمجھ بھی رہی تھی اور سمجھنا نہیں بھی چاہتی تھی۔ وہ افسردہ تھا۔ اس کی افسردگی نے میرے غم کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اس کی افسردگی نے میری ذہنی رو کو بھٹکا دیا تھا۔

"زوہیب، تمھیں کینیڈا نہیں پسند؟"

ایک دم جیسے اپنے اس بھونڈے سوال پر پچھتاوا بھی ہوا تھا۔ یہ بھلا کرنے والا سوال تھا۔

"مجھے کینیڈا اور اوٹاوا اپنی سختیوں کے ساتھ پسند ہے۔ میرے ماں باپ کے ساتھ گزرے لمحات اس شہر سے منسوب ہیں۔ میری پیدائش یہاں کی ہے۔ میری سکولنگ کے چند سال پاکستان کے ہیں مگر میرا دل یہی جگہ ہے۔ یہ جگہ میری زندگی کے ہر دور کی گواہ ہے۔"

"یہ جگہ تو میرے بھی بہت سے ادوار کی گواہ ہے۔"

برف سے بنی کنال کے سامنے دو وجود زندگی سے کچھ اداس سے لگتے تھے۔

"زوہیب، تمھیں پتہ ہے مجھے سردیاں بہت پسند ہیں۔"

"ہاں مجھے پتہ ہے۔"

آہ، ماں ہر بات اس کو کیوں بتاتی تھیں، ہلکا سا شکوہ جاگا تھا۔

"پاکستان کا کیا پلین ہے ملائک؟ میں چاہ رہا تھا کہ تم ستائیس کو چلی جاؤ، میں کوشش کروں گا کہ نیوائیر سے پہلے آجاؤں۔ آج میں ٹکٹس کنفرم کروادوں گا۔"

"تم میرے ساتھ کہاں تک جاؤ گے؟"

"میں۔۔۔ میں چاہ رہا کہ تم اس دفعہ لمبا سفر نہ کرو۔ ڈائیریکٹ فلائیٹ سے چلی جاؤ۔ ٹورنٹو سے اسلام آباد کی فلائیٹ بارہ سے تیرا گھنٹے کی ہے۔ ہم ٹورانٹو تک ساتھ ہوں گے۔"

میں اس بات پر کیسے شور کرتی جس کے رکنے کے کوئی امکان تھے ہی نہیں۔ اس کو ٹورنٹو تو کافی عرصے سے جانا تھا مگر وہ میری وجہ سے ڈیلے کر رہا تھا۔ یکدم ہی ریٹو کنال پر سردی بڑھتی محسوس ہونے لگی تھی۔ میرے اندر کہیں اس بات کا اقرار تھا کہ میں اس کے بغیر اسلام آباد جانے کو تیار نہیں ہوں مگر آخر یہ الفاظ میں کیسے ادا کر سکتی تھی۔

"ملائک"

وہ کافی دیر سے ایسے لگتا تھا کچھ کہنا چاہتا ہے مگر وہ کہہ نہیں پا رہا تھا۔

"خالو نے تم سے کیا بات کی تھی۔"

"یہی کہ وہ ماہم اور زبیر کی شادی کر رہے ہیں اور میں نے اتنے عرصے سے ان کی کال نہیں اٹھائی اور وہ میری ناراضگی سے بوڑھے ہو رہے ہیں جبکہ وقت کے ساتھ تو انسان بوڑھا ہی ہوتا ہے خیر۔"

میرے لہجے میں تلخی شامل تھی۔

"مجھے تمھیں کچھ بتانا ہے۔"

خطرے کی گھنٹی سنائی دی تھی۔ کچھ غلط تھا۔ اس نے گلا صاف کیا تھا۔

"خالو رخصتی کرنا چاہتے ہیں تمھاری۔"

وہ رکا تھا میرے تاثرات دیکھنے کے لیے۔ دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔ اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا تھا۔ اب اس کا انداز سمجھانے والا تھا۔

Clubb of Quality Content

"خالو چاہتے ہیں کہ وہ سب کو بتادیں تمھارا نکاح ہو چکا ہے، تو اس لیے انہوں نے تمھاری رخصتی کو ایک بہتر آپشن سمجھا ہے۔ میں نے خالو کو ابھی کوئی جواب نہیں دیا۔ تمھیں اگر اعتراض ہے تو مجھے بتادو۔"

اعتراض تب ہوتا جب میرا دماغ اس سارے مسئلے کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا۔ سب کچھ یکدم ہی غیر واضح ہو گیا تھا۔ دماغ بند ہو چکا تھا۔ بابا کر کیا رہے تھے۔ ساری چیزیں اتنا عجیب رخ کیوں اختیار کر رہیں تھیں۔ کچھ میری مرضی کے مطابق کیوں نہیں ہوتا تھا۔ جب لگتا تھا کہ چیزیں بہتر ہونے لگی ہیں تو کوئی ایک بات ایسی کیوں ہو جاتی تھی جو محسوس کرواتی تھی کہ ساری کوشش جو پچھلے چند ماہ میں ٹھیک ہونے کی' کی تھی ہوا ہو چکی۔

"ملائک"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چند سال بعد بھی بابا نے یہی کرنا ہے تو ابھی صحیح۔"

کچھ اندر بکھر رہا تھا مگر ایک شخص کے سامنے آخر کتنی دفعہ بکھرا جائے؟

پردہ تو پہلے بھی کوئی نہیں تھا مگر اب بنانے کی خواہش ہو گئی تھی۔

اس نے نرمی سے میرا ہاتھ دبایا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ملائک، خالو کے فیصلے پر ان کو غلط نہ سمجھنا، ان کو تمھارا خیال ہے۔"

وہی خیال جس نے مجھے یہاں پر اس انداز سے کھڑا کر دیا تھا جہاں میرے اندر جینے کی بھی امنگ نہیں تھی۔ ہمارے گھر والوں کو سمجھ جانا چاہیے کہ ان کے فیصلے کبھی کبھی ہمارے لیے بہترین نہیں بلکہ بوجھ ہوتے ہیں۔ ایک اور تکلیف کی نوید ہوتے ہیں۔ چمکتا ہوا کینیڈا ایکدم اداس لگنے لگا تھا۔ اندر اداسی گھلنے لگی تھی۔ کوکو اسے اٹھتی بھاپ ختم ہو چکی تھی۔ وہ کپ آدھا پیا ہوا ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"آجاؤ گھر چلتے ہیں۔"

کوکو اکا کپ اس نے اٹھا کر ڈسٹ بن میں پھینک دیا تھا۔ گاڑی کا سفر پھر خاموش ہو گیا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

میرے فون پر پچھلے چند دنوں سے چند نمبروں کا اضافہ ہوا تھا اور ہر دن ماہم کا ایک میسج ضرور ہوتا۔ کیا کر رہی ہو۔ اسلام آباد کب آ رہی ہو۔ کینیڈا میں کیسا موسم ہے۔ یونیورسٹی کیسی جا رہی ہے۔ یہ معمول کے سوالات بھی مجھے الجھن دینے لگے تھے۔ جو سب یہ کر چکے تھے اس کے باوجود وہ چاہتے تھے کہ میں ان سے نارمل ملوں۔ بات کروں۔ غیر انسانی مطالبات۔

گھر پہنچتے ہوئے دوپہر ہو چکی تھی۔اس تمام عرصے میں 'میں نے پہلی دفعہ کچن جانے کا ارادہ کیا تھا، کہیں اندر اتنا اشتعال اور غم تھا بابا کے فیصلے کا کہ مجھے خود کو مصروف کرنا تھا۔استاد ہوتے تھے تو اندر کا لاوا ان کو دیکھتے ہی تھم جاتا تھا، وہ انتہائی پُر سکون انسان تھے۔ان کے الفاظ ان سے زیادہ پُر سکون تھے۔آہ، استاد آپ بھی یاد آنے لگے ہیں۔فون پر یوٹیوب کھولا تھا، مجھے کون سا کچھ بنانا آتا تھا کہ خود کچھ بناتی۔یوٹیوب بھائی کے کہنے کہ مطابق میں نے پاستا بنانا شروع کیا تھا۔امید تو یہی تھی کہ میں کسی چیز کا کباڑا نہیں کروں گی مگر یقین یہی تھا کہ میں نے کچھ بلنڈر ہی کرنا ہے۔

پاستا بننے لگا تھا۔پاستا ساس کی بھینی بھینی خوشبو پھیلنے لگی تھی۔کچھ فخر سے کندھے چوڑے ہوئے تھے، خود کو تھپکی بھی دی تھی۔اچھا بھلا تو کھانا بنانا آتا ہے مجھے۔کون یوٹیوب بھائی میں نے خود بنایا ہے۔ساس کے بنتے ہی میں نے فون بند کیا تھا لو بھلا اس کی مجھے کیا ضرورت، بس اب تو پاستا ہی بوائل کرنا ہے۔گرم پانی ڈالا اور یہ پاستا گیا۔پاستا ایک دوسرے سے چپکنے لگے تھے۔

اوہ نو

کیا کچھ غلط کر دیا تھا میں نے۔چیٹ جی پی ٹی کی مدد درکار تھی۔کھٹ پٹ اپنا مسئلہ درج کیا تھا۔چمچہ بھی ہلانا تھا۔اب تو چپک چکا تھا۔چیٹ جی پی ٹی سے ابھی کے لیے حل مانگا تھا۔

تیل یا مکھن ڈالنے سے الگ ہو جائے گا۔ساس میں ڈالنے سے بھی الگ ہو جائے گا۔

صحیح صحیح۔

پہلے تیل ڈالا تھا اور پھر ساس میں مکس کر دیا تھا۔میرا الفریڈو پاستا تیار تھا۔اچھے سے برتن میں ڈال کر میں نے بس اب شومارنا تھا۔

برتن دھونے کے بعد میں واپس کچن کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہی تھی کہ مجھے پیچھے سے آواز آئی تھی۔اچانک آواز آنے کی بدولت ہاتھ کپکپایا تھا اور یہ ہوا میرے کچن میں جانے کا پہلا بھنڈ۔برتن زمین بوس ہو چکا تھا۔

"شکر ہے پاستا نہیں تھا اس میں۔"

رونا آنے سے پہلے ایک دم شکر کا جذبہ غالب آیا تھا۔میرا پاستا بچ گیا تھا مگر برتن تو ٹوٹ گیا۔صدمہ اتنا شدید تھا کہ کچھ کہنے کو بھی نہیں تھا۔پہلی دفعہ کچن میں آئی اور برتن ہی ٹوٹ گیا۔

"خیر ہے ملائک، برتن ہی تھا۔ٹوٹ گیا۔تم باہر آجاؤ۔"

"آپ نے مجھ سے برتن تڑوادیا۔اتنی اچانک آواز کیوں دی مجھے۔"

"میری غلطی نہیں تھی بالکل میں نے کچھ نہیں کیا۔"زوہیب کو شاک سا لگا تھا۔

"اوکے،میری غلطی تھی۔اب تم کچن سے باہر آجاؤ۔"

"لیکن میرا پاستا۔"

"میں نکال دیتا ہوں،تم آجاؤ۔"

مزید برتن توڑنے سے بہتر تھا کہ باہر ہی نکل آیا جائے۔

وہ نیا برتن نکال رہا تھا،پاستا اس کے اندر ڈال رہا تھا۔وہ لباس بدل چکا تھا۔اس کے ہاتھ میں گھڑی اب بھی موجود تھی،وہ شاید اس گھڑی کو پہننے کا عادی تھا۔غیر محسوس انداز سے میں اس کو نوٹ کرنے لگی تھی۔پاستا برتن میں نکالنے کے بعد وہ دو پلیٹس نکال کر لایا تھا۔دو کانٹے لیے وہ ٹیبل کی کرسی کھینچ کر بیٹھا تھا۔سربراہی کرسی خالی رہتی تھی وہ اکثر میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھتا تھا۔پلیٹ میرے سامنے کھسکائی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تو آج ہم یا تو مزیدار کھانا کھائیں گے یا بستر سے لگ جائیں گے؟"

وہ مدہم مسکراہٹ کے ساتھ مجھ سے پوچھ رہا تھا۔

"کھانے کے بعد ہی میں کچھ کہوں گی۔ بڑا بول گلے نہ پڑ جائے۔"

اندر ہی اندر دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، اگر کھانا اچھا نہ بنا تو کتنی سبکی ہو گی۔ پہلا لقمہ اس کے منہ میں گیا تھا۔ کیا اچھا تھا۔ اس کے تاثرات بدلے تھے، جیسے حیرت سی ہوئی ہو۔

"یہ بہت مزے کا ہے ملائک۔"

خاموشی سے ایک لقمہ میں نے اپنے حلق سے نیچے اتارا تھا۔ پاستا حقیقتاً بہت اچھا تھا۔ چند لقمے لینے کے بعد مجھے شاک سا لگا تھا۔

"زوہیب"

"جی"

"تمھیں ماں کے ہاتھ کا ذائقہ یاد ہے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ماں کے کھانے کا ذائقہ ایسا ہی تھا۔ چند ماہ نے مجھے وہ ذائقہ بھلایا تو نہیں تھا۔ مجھے یاد تھا، ماں ایسا کھانا ہی بناتی تھیں۔

وہ ٹھٹکا تھا۔

"میں بہت چھوٹا تھا جب میں اسلام آباد میں رکا تھا۔"

"اچھا"

کہیں ناامیدی سی اتری تھی۔ کاش اس نے ماں کے ہاتھ کا کھانا کھایا ہوتا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب سی اُم

آج کرسمس تھی، کینیڈا آج معمول سے زیادہ چمک رہا تھا۔ ہر گھر کے سامنے کرسمس ٹری رکھا گیا تھا۔ یہ دسمبر کے مہینے کی سب سے اہم سرگرمی تھی۔ صبح کا آغاز بائے ورڈ مارکیٹ کے بیورٹیل سے ہوا تھا۔ میں نے ارادتاً دار چینی کے ذائقے کی بیورٹیل ملائک کو دی تھی۔ اس کو پسند نہیں آنی تھی اور اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس نے اس چیز کے

ذائقے کو بالکل پسند نہیں کیا۔اس کے ماتھے پر پہلے ہلکی سے سلوٹ آئی تھیں پھر نرمی آئی تھی اور یکدم ہی چہرے کے تاثرات بگڑے تھے۔دار چینی کے ذائقے کی بیورٹیل میری پسندیدہ تھی اور عیسی کے مطابق یہ میرے بدزوق اور بے ذائقہ ہونے کی دلیل تھی۔خود پر جبر کرتے اس نے ایک اور لقمہ تو لیا تھا مگر اس کے بعد وہ اس کو ہاتھ میں لیے پھر رہی تھی۔

میری بیورٹیل کی توہین۔وہ اسلام آباد جا رہی تھی اور اس جدید دور میں تصاویر کا سوال لازمی ہونا تھا۔اس صورتحال میں سب سے بہتر یہی تھا کہ وہ اپنی وضاحت تصویروں کے ذریعے باآسانی کر سکے البتہ ساتھ لیے جانے والی تصویر میری ذاتی خواہش تھی۔

کیتھولک چرچ کینیڈا کی خوبصورت جگہوں میں سے تھا۔ڈاؤن ٹاؤن میں سارے تفریحی مقامات آس پاس ہیں، جس کی بدولت ہر جگہ چند قدموں کی دوری پر ہے۔چرچ کے بالکل سامنے آرٹ گیلری ہے، وہ میوزیم ملائک کی پسند کے مطابق تو تھا مگر اس میوزیم کے سامنے مکڑی ملائک کو کدھر پہنچا سکتی تھی، یہ میرے ذہن سے محو ہو گیا تھا۔اس کا نتیجہ اس صورت میں نکلا تھا کہ ہم آرٹ گیلری کے بجائے ریڈیو کنال کے لیے نکل گئے تھے۔

جس بنچ پر میں بیٹھا تھا، وہاں چند سال پہلے میں، آغا جان اور ماں جی بیٹھتے تھے۔ ذہن کے پردے پر وہ مسکراتے چہرے ابھرنے لگے تھے۔ آغا جان کی وفات کے بعد، اس سردی کی سختیاں بڑی کھل کر واضح ہوئی تھیں۔

وہ مجھے سے کینیڈا کے ناپسند ہونے کا سوال کر رہی تھی۔ کیا ایسا ممکن تھا کہ سختیاں کسی چیز کی خوبصورتی کو متاثر کر دیں؟

سختیاں تو انسان کو مضبوط کرتی ہیں، بھلا میں اس مضبوط ہونے پر محبت کو کم کیوں کرتا؟

کینیڈا میرا دل تھا۔ اپنی سختیوں کے ساتھ یہ جگہ مجھے محبوب تھی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

آج کے دن میرا ایک آن لائن سیشن تھا۔ مریض کو وقت مل چکا تھا۔ ہم دوپہر کے وقت گھر پہنچے تھے۔ میں فوراً اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ سکائپ کے ذریعے کال کا لنک بھیجنے کے بعد، اگلے بیس منٹ میرے اسی مریض کے ساتھ گزرے تھے۔ فالو اپ لینا آسان ہوتا ہے، نئے آنے والے مریضوں کو سمجھنے میں اور ان مریضوں کو مکمل طور پر کھلنے میں وقت لگتا ہے۔

اس صورتحال میں آنلائن سیشنز مریض کو سمجھنا مشکل کر دیتے ہیں۔ یہ میرا فالواپ سیشن تھا۔ ڈیل کرنا قدرے آسان تھا۔ سیشن مکمل ہونے کے بعد میں فریش ہونے گیا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

کمرے سے نکلنے پر پاستے کی خوشبو میری نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔ حیرت اور تعجب کا ملاپ لیے میں باورچی خانے تک پہنچا تھا۔ ملائک کو کھڑا برتن تلاش کرتے دیکھنا، یہ ایک بڑی تبدیلی تھی۔ دو مرتبہ آواز دینے پر بھی وہ اپنے کام میں مگن رہی تھی۔ جس کے نتیجے میں مجھے پہلی دونوں دفعہ سے قدرے بلند آواز دینی پڑی تھی۔ اسی بلند آواز نے وہ برتن توڑ دیا تھا۔ جس کا الزام بغیر کسی غلطی کے میرے سر تھا۔ کھانے کا پہلا لقمہ لیتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ملائک کے ہاتھ کا کھانا خالہ کے ہاتھ کے کھانے سے ملتا ہے مگر ایسی کسی بھی صورتحال میں مجھے یہ وضاحت دینی پڑتی کہ مجھے ماں کے ہاتھ کا ذائقہ کیسے یاد ہے۔ جس کی بدولت نہ میں نے انکار کرنا اہم سمجھا، نہ اقرار۔ وہ میرے جواب سے قدرے مایوس ہوئی تھی اور اس مایوسی کی رمق میں اس کے چہرے پر بآسانی دیکھ سکتا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

میں اس کو ائیر پورٹ چھوڑنے آیا تھا۔اس کو اکیلے بھیجنا ایک بڑا امتحان تھا۔اس شہر میں اس حالت میں بھیجنا جہاں اس کو ہر چھوٹی بات ٹرگر کر جاتی تھی، یہ ایک کٹھن عمل تھا۔خالو اس کی ذہنی حالت سے آگاہ نہیں تھے۔ملائک ان کو آگاہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ایسی حالت میں اس کا اکیلے سفر کرنا اور وہاں کیا صورتحال ہو گی اس کا سامنا کرنا،اس کے لیے بے انتہا مشکل تھا۔

ملائک کو اسلام آباد کے لیے روانہ کرتے وقت مجھے اندازہ ہوا تھا کہ میرا دل اس کے لیے بدل گیا ہے۔اس کو الوداع کہنا مشکل تھا۔چند ہدایات،دوا کی تاکید میں نے بارہا کی تھی۔اس نے بھی ہر دفعہ اسی جوش سے سر ہلایا تھا۔اس نے جاتے ہوئے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔یہ بھی اچھا ہی تھا کہ مڑ کر دیکھنے پر انسان پتھر کا ہو جاتا ہے۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ٹورانٹو کے ہوٹل جانے پر میرا سامنا عیسی سے ہوا تھا۔ہماری کانفرنس اکھٹے ہوتی تھی، کہیں لیکچر ہوتا تب بھی وہ آسمان سے ٹپک جاتا تھا۔آغا جان کے بزنس میں بھی ہم ساتھ تھے۔یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ ہم ہر دور میں کسی نا کسی انداز سے ایک دوسرے سے مل جاتے تھے۔

"یہی دن رات تصور ہے کہ ناحق اسے چاہا

جو نہ آئے نہ بلائے نہ کبھی پاس بٹھائے

نہ رخ صاف دکھائے نہ کوئی بات سنائے

نہ لگی دل کی بجھائے نہ کلی دل کی کھلائے

نہ غم و رنج گھٹائے نہ رہ و رسم بڑھائے

جو کہو کچھ تو خفا ہو کہے شکوے کی ضرورت"

"عیسی"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

عیسی کے دیوان کے سلسلے کو بریک لگی تھی۔ معصومیت سے اس نے مجھے دیکھا تھا۔

"مجھے اپنے محبوب کی طرح ٹریٹ مت کیا کر۔" دانت پیستے ہوئے یہ جملہ میں نے ادا کیا تھا۔

"بیوی تو ہے نہیں کہ اس کو محبوب بناؤ۔ صرف آپ ہی موجود ہیں۔" عیسیٰ کی آنکھیں شرارت سے چمک رہیں تھیں۔ عیسی ایسے جملے بول کر ایک قہقہہ لازمی لگاتا تھا۔ اب بھی اس نے یہی کیا تھا۔

"شدید سنگل لوگ بھی ایسے نہیں کرتے عیسیٰ۔"

"زوہیب صاحب آپ کو کیا پتہ سنگل لوگ کیا کیا کرتے ہیں، آپ تو منگل ہیں نا۔"

"آج سے چار ماہ پہلے تک میں بھی سنگل ہی تھا عیسیٰ۔"

"نہ جی، آپ کا دل کبھی سنگل نہیں تھا۔"

میں نے سر جھٹکا تھا اور میں ہوٹل کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سی ویکم

آج میری فلائیٹ تھی۔ ہم ٹورانٹو تک ساتھ چلے تھے اب وہ مجھے ہدایات دے رہا تھا۔ مجھے کیا کیا کرنا ہے۔ پہنچتے ہی اس کو اطلاع دینی ہے۔ وہ وائٹ وول کی شرٹ اور سیاہی مائل پینٹ ملبوس کیے ہوئے تھا۔ ہاتھ میں وہی گھڑی تھی۔ کوٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔

"میں نے خالو کو تمھارے آنے کی اطلاع دے دی ہے۔یونیورسٹی میں درخواست بھی دے دی ہے۔زیادہ مشکل نہیں ہو گی کوئی مسئلہ ہوا تو مجھے کال کر لینا۔میں دو تین دن تک آجاؤں گا۔"

یہی چند جملے وہ بہت دفعہ بول چکا تھا۔

"چلو،اب تم جاؤ۔میں کال کرتا رہوں گا تمھیں۔"

وہ آگے بڑھا تھا۔اس نے مجھے ایک طرف سے گلے لگایا تھا۔وہ یاد دہانی تھی کہ میں اکیلی نہیں ہوں۔کہیں اندر بہت سے آنسو گرے تھے۔

نہیں،ملائکہ ابھی نہیں رونا۔

"کینیڈا کی فضائیں تمھیں یاد کریں گی۔"

نہیں،میں نظریں نہیں ملا سکتی تھی۔دل کے بھید آنکھیں کھول دیتی ہیں۔دل کی اداسی آنکھیں بول دیتیں تو وہ جان جاتا کہ اسلام آباد کی فضائیں بھی اس کو یاد کریں گی۔

"فی امان اللہ۔پہنچتے ہی کال کر لینا۔"

میں نے سر ہلایا تھا اور پھر میں مڑی تھی۔اب منظر یوں تھا کہ میری پشت زوہیب کی طرف تھی اور آنکھیں قطرہ قطرہ اداسی کو باہر نکال رہی تھیں۔ماں کے بعد میری زندگی کا سب سے خوبصورت باب زوہیب تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ائیر پورٹ سے پلین تک اور پلین سے اپنی جگہ پر بیٹھنے تک۔کوئی گرد سے اٹی یاد ذہن کے پردے پر لہرانے لگی تھی۔وہ مٹی آنکھوں میں چبھی تھی اور آنکھوں سے پانی بہنے لگ گیا تھا۔میں گھر جا رہی تھی مگر نجانے کیوں میں خوش نہیں تھی۔بارہ گھنٹے میں نے خود کو رونے سے روکے رکھا اور پھر میں اسلام آباد کی سرزمین پر اتری تھی۔اسلام آباد کی فضائیں تو ماں کی یاد بھی دلاتی تھیں۔میرے ائیر پورٹ سے نکلنے پر ہی بابا سامنے کھڑے تھے۔چار ماہ بعد میرے سامنے میرا باپ کھڑا تھا۔دل پگھل گیا تھا۔محبت غالب آگئی تھی۔

بیٹیاں باپ سے بے لوث محبت کرتی ہیں۔ان کو دیکھتے ہی ناراضگیاں کہیں غائب ہو جاتی ہیں۔

مجھے دیکھتے ہی وہ میری طرف بڑھے تھے۔انھوں نے باہیں پھیلا کر مجھے اپنے گلے لگایا تھا۔ آنسو گرنے لگے تھے۔ باپ وہ مضبوط درخت ہوتا ہے جس کی کمزوری پورے خاندان کو کمزور کر دیتی ہے۔ان کا رونا سب کو متاثر کرتا ہے۔چند آنسو ان کے چہرے کو بھگوتے داڑھی تک گئے تھے۔

"بابا"

یہ زبیر بھائی تھے۔ بابا سے الگ ہوتے، میں نے زبیر بھائی کو دیکھا تھا۔ان کے چہرے پر ہلکی سے سختی آگئی تھی۔ان کی آنکھوں میں سمجھداری کی لہر جھلکنے لگی تھی۔

"چڑیل"

آج یہ لقب برا نہیں لگا تھا۔ہاں یہ لقب برا نہیں تھا۔ کبھی بھی نہیں تھا۔لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔بھائی نے مجھے ایک طرف سے گلے لگایا تھا۔ کہیں یاد کے پردے پر زوہیب لہرایا تھا۔

"ملائک، پہنچتے ہی مجھے میسج کرنا۔"

اوہ، میسج کرنا تو یاد ہی نہیں رہا۔ جلدی سے فون کھول کر میسج کیا تھا۔

Clubb of Quality Content

" Arrived "

میسج پہنچ چکا تھا۔

بیگ بھائی لے چکا، وہ آگے جا رہا تھا۔ بابا میرے ساتھ چل رہے تھے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی میرے فون پر ہلکی سی وائبریشن ہوئی تھی۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کا ایک فائدہ یہ تو تھا کہ میں باآسانی جواب لکھ سکتی تھی۔

"اسلام آباد کی فضائیں کیسی ہیں؟"

مدہم سی مسکراہٹ نے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔

"میری آمد پر بے انتہا خوش، وہاں کی ہوائیں کیسی ہیں؟"

"میرے یہاں رہ جانے پر انتہائی اداس۔"

اس کو بیٹھے بیٹھے نجانے کیا ہو جاتا تھا۔

"تمہارا کام کیسا جا رہا؟"

"ملائک کینیڈا کے وقت کا اندازہ ہے تمھیں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جلدی سے گوگل کیا تھا۔

"نو گھنٹے کا فرق ہے۔"

"گوگل سے یہ بھی پوچھ لیتی کہ جب اسلام آباد میں ایک صبح کے ہوں گے تو کینیڈا میں کیا وقت ہو گا؟"

"خود ہی بتا دو اب۔"

اس کو طنز کرنا پتہ نہیں کس نے سکھایا تھا۔

"صبح کے چار ہیں، آج دو دن کا کام اکھٹے کرنا ہے۔"

"زوہیب گھر آ گیا، رات کو بات ہو گی۔"

"فی امان اللہ، کوئی مسئلہ ہو تو بتا دینا۔"

اس کو کیوں لگتا تھا کہ میں ہر وقت مسائل میں گھری رہتی ہوں۔ایسا بھی ظلم نہیں تھا اب مجھ پر۔گاڑی سے نکلتے سر جھٹکا تھا۔گھر پہنچتے ہی ایک انجانے سے احساس نے گھیرا تھا۔اپنائیت

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

روح میں سرایت کر رہی تھی۔دل اطمینان پا گیا تھا۔ماہم کا مسکراتا چہرا مجھے خوش آمدید کہہ رہا تھا۔

"تو کیسی ہے ہماری ننھی ملائکہ ؟"

اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔اس کی آنکھیں ماں جیسی تھیں۔وہ آسمانی رنگ کی آنکھیں تھیں۔اس کے چہرے کے خدوخال بابا سے ملتے تھے۔اس کے بال سیاہ اور بھورے رنگ کا ملاپ لیے ہوئے تھے۔اس کی آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔اس کی آنکھیں مسکرا نہیں رہی تھیں۔

"ننھی کہہ کر مجھ پر ظلم نہیں کرو۔انیس برس کی نکاح شدہ خاتون ہوں۔"

نمی میں ہلکی سی فکر جھلکی تھی۔اس نے آگے بڑھ کر مجھے گلے لگایا تھا۔میں نے چند قطرے اپنے کندھے پر گرتے محسوس کیے تھے۔

"ملی، میں نے تمھیں بہت یاد کیا۔"

یہ میرا وہ نام تھا جو بہت کم مواقعوں پر استعمال ہوتا تھا۔ میں ششدر کھڑی تھی۔ ماہم وہ آخری شخص تھی، جس سے میں ایسی جذباتی ملاقات کی توقع کر سکتی تھی۔ وہ الگ ہوئی تھی۔ اس نے مجھے جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔ وہ کچھ تلاش کر رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم مجھے کیوں ایسے دیکھ رہی ہو؟"

"تم بہت ڈل ہو گئی ہو، ایسے جیسے تمھاری چمک گھل گئی ہو۔"

مجھے حقیقتاً لگا تھا کہ میرا چہرا سفید پڑا ہو۔ میرے لیے اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہونا یکدم ہی مشکل ہو گیا تھا۔ مجھے لگا تھا کینیڈا میں گزارا وقت ان کے سامنے کھل گیا ہو۔

"کیا ہو گیا ہے ملائکہ؟ سب ٹھیک ہے؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں بس سفر کی تھکان حد سے زیادہ ہے۔ بارہ گھنٹے جاگتی رہی ہوں۔ شاید تمھیں میری آنکھیں بھی سوجھی ہوئی لگیں۔"

"ہاں، لگ تو رہی ہیں۔ تم کچھ کھالو پھر اوپر جا کر کچھ دیر آرام کر لینا۔"

"نہیں میں اٹھ کر کچھ کھالوں گی۔"

مجھے منظر سے غائب ہونا تھا۔ان جانچتی نظروں سے دور ہونا تھا۔اپنائیت کا احساس ختم ہو چکا تھا۔خوف نے گھیرا تنگ کر لیا تھا۔کمرے میں پہنچتے ہی میں نے کمرے کو لاک کیا تھا۔

اگر تو ان کو پتہ چل گیا کہ میں ڈاکٹر کے پاس جاتی ہوں تو کیا ہو گا؟

آنکھوں کے سامنے منظر لہرایا تھا۔ہاں وہ اسی کمرے کا منظر تھا۔بیڈ کی ایک طرف میں بیٹھی تھی اور دوسری طرف ماہم۔

"ملائکہ، تمھیں ایک مزے کی بات بتاؤں۔۔۔آج ہماری کلاس کی لڑکی کی میڈیکل رپورٹ آئی تھی اور وہ میڈیکل رپورٹ سایکاٹریسٹ کے مریض ہونے کی تھی۔"

وہ انتہائی تجسس سے بات کر رہی تھی۔

"وہ کچھ دن یونیورسٹی نہیں آئے گی۔مجھے تو لگتا ہے وہ جھوٹ ہی بول رہی ہے۔دیکھنے میں تو بالکل ٹھیک ہے وہ۔ہنستی مسکراتی ہے۔بھلا درست لوگ بھی سایکاٹریسٹ کے پاس جاتے ہیں، پاگلوں کا علاج کرتے ہیں سایکاٹریسٹ تو۔"

مجھے اس وقت اس کی گفتگو میں ہی دلچسپی نہیں تھی مگر وہ جملے میرے ذہن کے کسی کونے میں ٹک گئے تھے اور اس کی وجہ ماں کا ہم دونوں کو ڈانٹنا تھا۔ماں کم ڈانٹتی تھیں اور اس بات کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انھوں نے کمرے میں آتے سنا تھا۔ماں کے جملے نہیں یاد تھے مجھے مگر ماہم کے جملے میرے ذہن میں گردش کرنے لگے تھے۔

میں آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

"بھلا درست لوگ بھی سائیکاٹریسٹ کے پاس جاتے ہیں؟"

ذہن میں بازگشت ہو رہی تھی۔

"ہاں جاتے ہیں کیونکہ ان کے اندر کچھ ٹھیک نہیں ہوتا۔"

یاد کے پردے سوالات اٹھا رہے تھے۔

"مجھے تو لگتا ہے وہ جھوٹ ہی بول رہی ہے۔دیکھنے میں تو بالکل ٹھیک ہے وہ۔"

ذہن شاید جواب دے رہا تھا۔مجھے لگنے لگا تھا میرا وجود نمک کا مجسمہ ہے جو ہر سوال کے ساتھ ہوا میں اڑتا محسوس ہو رہا تھا۔

مجھے تو لگتا ہے وہ جھوٹ ہی بول رہی ہے۔دیکھنے میں تو بالکل ٹھیک ہے وہ۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دیکھنے میں تو میں بھی ٹھیک ہوں مگر مسئلہ تو دل کا ہے۔ غم سے بھرا دل باہر کہاں ظاہر ہوتا ہے۔

ہنستی مسکراتی ہے۔

مسکراتی تو میں بھی ہوں۔ کیا کبھی مسکرانے والوں کی آنکھیں دیکھی ہیں کسی نے؟ چہرے مسکراتے ہیں مگر آنکھیں بڑی چور ہوتی ہیں۔ میں نے مسکرانے کی کوشش کی تھی اور میری آنکھیں۔۔۔ان میں نمی تیر رہی تھی۔

سائیکاٹریسٹ پاگلوں کا علاج کرتے ہیں۔

کوئی بمب کا گولا سر پر گرا تھا۔ آئینہ میں خود کو سر تا پیر دیکھا تھا۔ میں نے براؤن جمپر پر لائٹ براؤن سکارف لے رکھا تھا۔

وہ ایک جملہ ہتھوڑے کی صورت سر پر بج رہا تھا۔

اسکارف کی پن کھول دی تھی۔ اسکارف کندھوں پر ٹکا تھا اور پھر زمین بوس ہوا تھا۔ سیاہ سیدھے بالوں کی پونی بنی ہوئی تھی۔ کھینچ کر بینڈ اتارا تھا۔ بال کندھوں پر بکھر گئے تھے۔ آئینے میں 'میں دیکھ رہی تھی کہ یکدم ہی میرے کندھے پر پھیلے بال میل سے اٹے ہوئے

ہو گئے تھے۔آنکھوں کے نیچے مدہم حلقے گہرے ہو گئے تھے۔براؤن صاف ستھرے جمپر پر دھبے آ گئے تھے۔جو عکس میں دیکھ رہی تھی وہ حقیقتاً پاگل کا تھا۔وہ میں ہی تھی۔۔۔ہاں وہ میں تھی۔ذہنی دباؤ بڑھنے لگا تھا۔میرے گرد سکون رخصت ہو چکا تھا۔تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ذہن سن ہو رہا تھا۔یکدم ہی شور تھم گیا تھا۔اتنی خاموشی ہو گئی تھی کہ اپنا وجود بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔خالی ذہنی کے عالم میں 'میں نے اپنے کمرے کے دراز کھولے تھے۔میرا کٹر یہیں کہیں تھا۔ہر دراز میں میرا سامان ویسے ہی تھا مگر میرا کٹر کدھر تھا۔ہاں، مجھے خود کو محسوسات میں واپس لانا تھا۔مجھے اس کیفیت سے نکلنا تھا اور اس کا واحد راستہ یہی تھا۔اندر سے سرگوشی ہونے لگی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیا تم زندہ رہنا چاہتی ہو؟

سرگوشی چیخ کی صورت اختیار کر رہی تھی۔

تمھیں تو پاگل ہونے کے لیے تمھارے خالق نے چھوڑ دیا ہے۔

کہیں بہت دور سے استاد کی آواز آ رہی تھی

ماودعک ربک وما قلی

"آج کی آیت میں اللہ فرماتے ہیں کہ نہ تو تمھارے رب نے تمھیں چھوڑا نہ وہ ناراض ہوا۔"

شور تھم نہیں رہا تھا بڑھتا جا رہا تھا۔

ایک سوال اٹھتا تھا اور ایک مدہم جواب اٹھتا تھا۔

بلآخر کٹر مل گیا تھا۔انگلیاں کانپنے لگیں تھیں۔ایک ہاتھ ہتھیلی کے بے حد قریب تھا۔

ولا تقتلوا انفسکم

استاد کا ہاتھ کینوس پر چلتا نظروں کے سامنے لہرایا تھا۔

کٹر ہاتھ سے پھسل گیا تھا۔یکدم گہرا سکوت چھا گیا تھا۔آوازیں تھم گئی تھیں۔فون کے بجنے کی آواز نے مجھے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔

یہ چوتھی کال تھی جو فون پر آ رہی تھی مگر مجھے تو کوئی رنگ ٹون سنائی نہیں دی تھی۔

بال بکھرے ہوئے تھے۔سردی میں پسینہ آیا ہوا تھا۔فون اٹھا لیا تھا۔

دوسری جانب سے ہشاش بشاش سی آواز میرے کانوں تک آئی تھی۔

"السلام علیکم!"

گلے میں کچھ اٹکنے لگا تھا۔اس بات کا احساس مجھے اب جا کر ہوا تھا کہ وہ ایک شخص میرے لیے میرا خاندان بن چکا تھا۔وہ نہیں تھا تو اسلام آباد میں سب مشکل تھا۔

"سفر کی تھکان اتری؟"

"ملائک"

آنسو آنکھوں سے لڑیوں کی صورت بہنے لگے تھے۔شدید ذہنی دباؤ کے باوجود میں رو نہیں رہی تھی مگر اس وقت اس ایک آواز نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا تھا۔میں نے خاموشی سے کال کاٹ دی تھی۔

میں واپس شیشے کے سامنے مڑی تھی۔اس دفعہ کوئی آواز نہیں تھی۔

میں نے زوہیب کو کال کی تھی۔میں شیشے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔چند لمحات یونہی سر کے تھے اور پھر میں نے اپنے ماضی میں جھانکنا شروع کیا تھا۔میں نے بولنا شروع کیا تھا۔

"تمھیں پتہ ہے میں نے ڈاکٹر کے سیشن میں تمھارے نکل جانے کے بعد کیا کہا تھا؟"

جاری ہے!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842